فہرست مضمون نگارانِ معارف

جلد ۳۵ جنوری سنہ ۱۹۳۵ء تا جون سنہ ۱۹۳۵ء

(بہ ترتیب حروف تہجی)

فہرست مضامین

جلد ۳۵ جنوری ۱۹۳۵ء تا جون ۱۹۳۵ء

(بہ ترتیب حروف تہجی)

جلد ۳۵ — ماہ رمضان المبارک سنہ ۱۳۵۳ھ مطابق ماہ جنوری سنہ ۱۹۳۵ء — عدد ۱

مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شذرات

اس نمبر سے معارف کی عمر کے بیسوین سال کا آغاز ہو رہا ہے، جولائی ۱۹۱۶ء مین اسکا پہلا پرچہ نکلا تھا، اور آج ۱۹۳۵ء ہے، اس طویل مدت مین معارف نے اپنے امکان بھر علم و فن اور دین و ملت کی جو خدمتین انجام دین وہ سب کے سامنے ہین، پچھلی بست سالہ اشاعتون کے ہزارون صفحات مین اُس نے اردو زبان مین جو کچھ پیش کیا ہے وہ مختلف علوم و فنون کی تحقیقات کا حقیقۃً دائرۃ المعارف ہے، وللہ الحمد، اب اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عالی سے مزید توفیق کے لئے دستِ سوال دراز ہے،

لاہور کے بعد بمبئی کے اہل علم مسلمانون کو اسکا احساس ہوا ہے کہ وہ اسلامی علوم و فنون کی ایک بلند پایہ مجلس قائم کرین، چنانچہ فروری ۱۹۳۳ء مین اسلامک ریسرچ ایسوسی ایشن کے نام سے بمبئی کے چند مخلص خادمانِ علم نے ایک علمی مجلس کی بنیاد ڈالی ہے، اسکے مربی و سرپرست ہز ہائنس رائٹ آنریبل سر سلطان محمد شاہ آغا خان بالقابہ، نائب مربی آنریبل سر شاہ محمد سلیمان چیف جسٹس الہ آباد، اور ڈاکٹر سر راس مسعود، صدر جناب علی محمد مکلائی صاحب جی پی بمبئی، اور سکریٹری اے اے فیضی ایم اے (کیمبرج) ہین اور اس کے اعزازی ممبرون مین یورپ کے چند ممتاز فضلائے علوم مشرقی پروفیسر لوئی میسنیان (پیرس) پروفیسر مارگیولوتھ (اوکسفورڈ) پروفیسر نکلسن (کیمبرج)، پروفیسر زیٹر سٹین (اپسالا) پروفیسر اے فشر (لیپزگ)، پروفیسر ایچ. اے آر گب (لندن)، اور پروفیسر اے جی ونسنک (لائیڈن) ہین، ایسوسی ایشن کی قدر افزائی نے معارف کے حقیر اڈیٹر کو بھی اپنے اعزازی ارکان کی فہرست مین شامل کرکے اسکا پایہ بلند کیا ہے،

ایسوسی ایشن نے اپنی ایک برس کی عمر مین متعدد کتابین اپنی طرف سے تصحیح کرکے موزون طباعت کے ساتھ شائع کی ہین، جیسے رسالۂ حقیقتِ دین تصنیف مرحوم آقائی شہاب الدین (اسماعیلی مذہب کی حقیقت مین) منتخب

دیوان خاکی خراسانی (۱۰۲۶ھ و ۱۰۵۶ھ) اور کتاب ہفت باب بابا سیدنا و مطلوب المومنین، یہ کتابین فارسی زبان مین ہین اور اسماعیلی مصنفین کی تصنیفات ہین، اس فرقہ نے اب تک اپنی کتابون کے اخفا مین پوری کوشش کی ہے، مگر بحمد اللہ کہ اب یہ بند ٹوٹ رہا ہے، اور نوجوان اہل علم اسماعیلی اپنے مذہب کی تصانیف کو منظر عام پر لا رہے ہین، اس سے وہ بہت کچھ بدگمانیان جو اس فرقہ کے متعلق عام مسلمانون مین پھیلی ہوئی ہین، مناسب حد تک کم ہو جائنگی، ایسوسی ایشن مذکور اپنے سلسلۂ اشاعت کے ذیل مین میرے چند اُن خطبون کو جو عربون کی جہاز رانی پر دو تین سال پہلے بمبئی مین وہان کے محکمۂ وزارت تعلیم کے تحت مین نے پڑھے تھے، شائع کر رہی ہے،

کتبِ حدیث سے روایات کی تلاش مین محققین اور طلبائے حدیث کو جو دشواریان پیش آتی تھین اُن کو حل کرنے کے لئے پروفیسر اے جی، ونسنک (لائڈن) نے حدیث وسیَر کی ۱۴ کتابون کی ایک مفتاح یا فہرستِ مضامین بقید صفحات و ابواب، انگریزی مین شائع کی تھی، لیکن اس کے انگریزی مین ہونے کے سبب سے اس سے عربی دان اور علمائے اسلام جو انگریزی نہین جانتے فائدہ نہین اٹھا سکتے تھے، خوشی کی بات ہے کہ مصر کے ایک فاضل صاحبِ قلم محمد فواد عبد الباقی نے اسکو انگریزی سے عربی مین منتقل کرکے ایک جلد مین شائع کیا ہے، اب یہ کتاب اس لائق ہو گئی ہے کہ ہمارے علمائے روایات کی تلاش مین بہت آسانی سے اس سے کام لے سکین، اسمین (۱) صحیح بخاری، سنن ابی داؤد، ترمذی، نسائی، ابن ماجہ، دارمی (۲) صحیح مسلم، موطا امام مالک، مسند زید بن علی، مسند ابی داؤد طیالسی (۳) احمد بن حنبل، طبقات ابن سعد، سیرۃ ابن ہشام، مغازی واقدی کی روایات کی فہرستین تیار کی گئی ہین، پہلی صنف کی کتابون مین باب کے نمبر سے اور دوسری صنف کی کتابون مین حدیث کے نمبر سے اور تیسری صنف مین مطبوعہ نسخون کے صفحات کے ذریعہ سے روایات کا حوالہ دیا گیا ہے، ہر ایک مضمون کی حدیثین مذکورۂ بالا کتابون مین ہین، انکو شمارِ باب یا شمارِ حدیث یا شمارِ صفحہ کے ذریعہ بتا دیا گیا ہے، اسطرح ہر مضمون کی ہر حدیث کو مذکورۂ بالا کتابون مین سے ہر ایک مین سے نہایت آسانی سے چند لمحون مین نکال لیا جا سکتا ہے، علم حدیث کے ماہرین سمجھ سکتے ہین کہ اس کتاب کے ذریعہ انکی کتنی محنت ضائع ہونے سے بچ گئی ہے، کتاب کے شروع مین کتب مذکورہ کے ابواب کا شمار بھی شامل کر دیا گیا ہے، کتاب کے آغاز مین شیخ سید رشید رضا کا ایک مختصر مقدمہ بھی ہے،

لے ایچ اونسنک کی انگریزی کتاب سے استفادہ کرنے مین ایک بڑی دقت یہ تھی کہ غیر زبان مین ہونے کے باعث صحیح الفاظ حدیث کا پتہ نہین چلتا تھا، فاضل مترجم نے ترجمہ کرنے کے بجائے نہایت محنت سے ہر حدیث کا استخراج کرکے اصل حدیث کے الفاظ کا نشان دیا ہے، اس سے اس کتاب کی افادیت پوری ہوگئی ہے، اور اس لائق ہوگئی ہے کہ ہماری درسگاہون اور علما، کی مجلسون مین اس سے کام لیا جائے، یہ کتاب مصر مین دار المنار شارع الانشاء نمبر ۱ سے، ۲۰ قرش مین ملیگی اور ہندوستان مین ابنائے شرف الدین بھنڈی بازار بمبئی مین بارہ روپے کو ملیگی،

تاریخ ہند کی جو تجویز معارف کے گذشتہ صفحات مین پیش کیگئی تھی مسرت ہے کہ اسکو پورے ملک مین پسندیدگی کی نظر سے دیکھا گیا، اسلامی اخبارات نے پرزور تائید کی، اہل قلم اصحاب نے اپنی علمی امداد کا وعدہ کیا، اور مختلف لوگون نے مختلف مشورے پیش کئے، مصنفین مین ڈاکٹر محمد ناظم صاحب پی ایچ ڈی (محکمہ آثار قدیمہ لاہور) مصنف تاریخ محمود غزنوی، پروفیسر سید نجیب اشرف ندوی ایم اے مرتب رقعات عالمگیر (اسمٰعیل کالج بمبئی) پروفیسر محمد ابراہیم صاحب ایم اے (عثمانیہ کالج اورنگ آباد) اور جناب لطاف علی صاحب بی اے مصنف حیات حافظ رحمت خان ام عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد دکن کے بعض فضلار نے اپنے اپنے خدمات پیش کئے ہین، ہم ان حضرات کے ممنون ہین کہ انھون نے اس علمی فرض کے ادا کرنے مین ہماری مشارکت پر آمادگی ظاہر کی،

لیکن عجیب بات ہے کہ اہل قلم کی طرف سے جس گرمجوشی کا اظہار ہوا، اہل کرم کی جانب سے اسی قدر سرد مہری برتی گئی، دو سابق الذکر محسنون کے بعد ہمارے پاس جس تیسرے محسن کا وعدہ آیا ہے وہ جناب خواجہ حسن نظامی صاحب (دہلی) ہین، انھون نے سو سو روپیے کی قسط سے ایک ہزار کا وعدہ کیا ہے، ہمارے یہ تینون محسن جناب نواب صدر یار جنگ بہادر خان بہادر مولوی محمد حسن خان (مترجم تزک امیری وہاجرہ) اور جناب خواجہ صاحب ہر سہ حضرات اصحاب قلم ہی کی فہرست مین اصل مین ہم اب بھی مایوس نہین اور حیدرآباد و بھوپال علیگڈھ و لاہور کے تاریخی محسنین کیطرف سب کی نگاہین لگی ہوئی ہین،

دار المصنفین کی طرف سے گذشتہ دسمبر مین افکار عصریہ، مقالات شبلی چہارم (حصۂ تنقید) اور عرب کی موجودہ حکومتین تین کتابین شائع ہوگئی ہین افکار مین علوم جدیدہ کے تمام نظری مسائل آسان طرز عبارت مین ہین، مقالات مین مولانا مرحوم کے وہ مضامین ہین جنہین انھون نے مطبوعہ یا قلمی کتابون پر تبصرے لکھے ہین، اور تیسری کتاب عرب کی موجودہ حکومتون کے احوال اور عرب کے جغرافیہ مین ہے،

مقالات

اسلام مین "علم" کا مفہوم

از

مولوی فاضل سید ابو سعید صاحب بزمی بھوپالی بی اے

"مضمون نگار ایک نوجوان عالم ہین، عربی علوم کی تکمیل کے بعد انگریزی کی تحصیل کی اور بی اے کی سند حاصل کی، ایسے علمار کی جو انگریزی کے بھی عالم ہون ہمکو بہت ضرورت ہے لیکن اس سے زیادہ ضروری یہ ہے کہ انگریزی حاصل کرنے کے بعد وہ اپنے بزرگون کی قدیم وراثت کو ذلت کی نظر سے نہ دیکھین، اور نہ علوم حال کی عظمت اون کے اپنے علوم کو اونکی نگاہون مین پست کردے،

علوم کی ترقی کے باب مین اسلام کا سر اتنا اونچا ہے، کہ کوئی مذہب اوس کا مقابلہ نہین کرسکتا، یہ پہلا اور آخری مذہب ہے جس نے علم کی حوصلہ افزائی کی، اور علوم کی تحقیق و تفتیش کی ترغیب دی، اسی کا نتیجہ ہے کہ اہل عرب جو علم و فن کے لحاظ سے کبھی ممتاز نہ تھے، انھون نے ایک صدی کے اندر مشرق و مغرب مین پھیل کر علم و تمدن کی بنیادین ڈالین، اور ترک و تاتار اور دیلم و بربر، جو کبھی علم و تمدن سے آشنا نہ تھے، اونکو تہذیب و تمدن سے روشناس کیا، اہل عجم جن کے عقلی آتشکدہ کی آگ بالکل بجھ چکی تھی، ان مین علم و عمل کی نئی روشنی پیدا کی، آج علوم جدیدہ مین سے کون سا علم ہے جسکی ترقی کی راہ مین اسلام کے پیرؤون کا قدم درمیان مین نہین،

قرآن پاک و احادیث علم اور حکمت کے فضائل کی تشریح سے بھرے ہین،

لیکن اس موقع پر یہ سمجھ لینا چاہئے، کہ قرآن پاک نے "علم" اور "جہل" کو دو معنون مین استعمال کیا ہے، ایک "علم" جاننے اور معلوم کرنے کے، اور اس کے بالمقابل "جہل" نہ جاننے اور نہ معلوم ہونے کے معنی مین، اور دوسرے

ان دونوں کی غایت اور نتیجہ کے معنوں میں، علم کی غایت خدا کا صحیح علم اور معرفت اور صحیح اخلاقی عملی تربیت ہے، اور جہل اوس کے بالمقابل عرفانِ الٰہی سے دوری، اور عملی و اخلاقی ناتربیتی ہے، اسلام نے جاہلیت کی مذہبی اصطلاح کا اطلاق مذہبی معنوں میں عرفانِ الٰہی سے دوری عملی و اخلاقی ناتربیتی و بے تہذیبی پر کیا ہے، اور اس حیثیت سے گولڈزیہر صاحب نے صحیح کہا ہے اور یہی قدیم عیسائی عرب شاعر عمرو بن کلثوم کا مقصد اس شعر میں ہے،

الا لا یجهلن احد علینا — فنجهل فوق جهل الجاهلینا

ہاں ہم پر کوئی جہالت نہ کرے، — ورنہ ہم جاہلوں کی جہالت سے بڑھکر جہالت کرینگے

لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ قرآن پاک میں جہاں بھی علم یا جہل کا لفظ ہے، وہاں یہی عملی وروحانی حیثیت کے معنی مراد ہیں، بلکہ عبارت اور طرز بیان سے مختلف مقامات میں ان دو معنوں میں سے ایک معنی کی تخصیص اور تعیین ہوگی، مثلاً حضرت آدم کے قصے میں جس "علم" اور تعلیم کا ذکر آیا ہے، وہاں صاف طور سے "علم اشیا" ہی مراد ہے، اسی طرح اس آیت میں

الَّذِی عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ (قلم) — وہ خدا جس نے قلم کے ذریعہ انسان کو وہ سکھایا جو وہ نہیں جانتا تھا،

لیکن بعض دوسری آیتوں میں **علم** کے معنی "علمِ وحی" اور "تعلیمِ ربانی" کے ہیں جیسے،

مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْعِلْمُ — ان کے پاس علم کے آجانے کے بعد

یا نبیوں کی نسبت کہا گیا،

وَلُوطًا آتَيْنَاهُ حُكْمًا وَعِلْمًا (انبیاء-۶) — اور لوط کو ہم نے قوتِ فیصلہ اور علم بخشا،

اس لحاظ علم کے یہ معنی نہیں کہ حضرت لوط کو سائنس اور ایجادات و اختراعاتِ عقلی کے فنون سکھائے گئے، اسلام میں علم بمعنی معرفت اشیا کی اہمیت بھی اپنی جگہ پر ہے، اور یہ دلیل اس دعوی کے ثبوت کے لئے کافی سے زیادہ ہے کہ اسلام کی سب سے پہلی وحی اسی کی وصف و تعریف میں آتی ہے،

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ، اِقْرَأْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ (علق-۱)

پڑھ اپنے اس پروردگار کے نام سے پڑھ جس نے پیدا کیا، انسان کو بندھے ہوئے خون سے پیدا کیا، پڑھ اور تیرا پروردگار بڑا کریم ہے جس نے قلم کے ذریعہ علم سکھایا، انسان کو وہ سکھایا جو وہ جانتا نہ تھا،

اسلام میں اس علم کی اہمیت کا دوسرا اندازہ اس سے ہوگا، کہ اس نے آدم اور بنی آدم کی فضیلت کا مایہ ہی علم کو قرار دیا ہے،

وَعَلَّمَ آدَمَ الْاَسْمَاءَ كُلَّهَا۔ — اور خدا نے آدم کو سب چیزوں کے نام سکھائے،

فاضل مضمون نگار کو ان بعض علما کے خلاف سخت غم و غصہ ہے جو علم کو صرف علم وحی کے اندر محدود سمجھتے ہیں حالانکہ یہ دوسرا مقام ہے، ہم کو امید ہے کہ ہمارے عزیز دوست کو جب یہ "مقام عالی" ملے گا، تو انکو بھی اسوقت یہی نظر آئے گا،

معلوم نہیں ہمارے مضمون نگار کے سامنے ترکی کے ایک سابق شیخ الاسلام کا فتوی علوم جدیدہ کے متعلق، اور مصر کے عالم جوہری طنطاوی کا، رسالہ "قرآن اور علوم حال" ہے یا نہیں، ان دونوں رسالوں میں وہ آیتیں جمع کر دی گئی ہیں جن سے علوم و تحقیقات جدیدہ کی ترغیب و تشویق پر استدلال کیا جا سکتا ہے،

مضمون نگار نے آیات کے ترجموں کے ساتھ اصل عربی الفاظ بھی نقل کر دئے ہوتے، تو بہتر ہوتا کہ ترجمہ اکثر مترجم کے میلان طبع کا نتیجہ ہوتا ہے، "س"

بعض علمائے اسلام کا خیال ہے کہ فقہ، تفسیر، اور حدیث کی مروجہ کتابوں کے علاوہ دیگر جملہ علوم و فنون کا مطالعہ کرنا یا تو فضول اور بیکار ہے اور یا کفر و الحاد کا باعث ہوتا ہے، گویا قرآن و حدیث میں جہاں جہاں حصول علم کی ہدایت کی گئی ہے، وہاں علم کا مفہوم ان کے نزدیک صرف یہ ہے کہ قرآن و حدیث کا سطحی[1] مطلب سمجھ لیا جائے، اور روزمرہ کی معمولی

[1] سطحی تو نہیں مقصد یہ ہے کہ قرآن کی صحیح اسپرٹ تک پہنچنے اور اسکے اسرار و معانی کو سمجھنے کی ایسی کوشش کی جائے جو رازی اور غزالی جیسے ائمہ کی تفاسیر اور تصانیف میں پائی جاتی ہے،

ضروریات کے لئے فقہ کے مختلف مسائل یاد کرلئے جائیں، چنانچہ اسی بنا پر بہت سے اکابر فقہاء اور محدثین نے تو علم کلام کی تعلیم کو بھی حرام قرار دیدیا ہے،[1]

ایک مرتبہ ایک مشہور مذہبی درس گاہ کے ایک سربرآوردہ رُکن سے گفتگو کے دوران میں میں نے کہا کہ مدرسہ کے نصاب میں سائنس، فلسفہ، ادب اور تاریخ کی کتابوں کے داخل کرنے کی سخت ضرورت ہے، اس پر مجھے یہ جواب دیا گیا، کہ فلسفہ اور سائنس، کفر و زندقہ کا پیش خیمہ ہے، ادب اور شعر و شاعری کا مطالعہ انسانی جذبات کو عیاشی اور ہوا پرستی کی طرف مائل کر دیتا ہے، اور تاریخ چند فضول اور غیر مستند واقعات کا ایک غیر ضروری پشتارہ ہے،

غالباً اسی قسم کے اقوال ہوں گے جن کو پیش نظر رکھتے ہوئے جرمنی کے مشہور مستشرق گولڈ زیہر نے اپنے ایک محققانہ مقالہ میں جاہلیت کے لفظ پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے، کہ "اسلامی کتب میں جاہلیت کا مفہوم فقدانِ علم نہیں ہے، بلکہ اوس سے صرف اخلاقی اور معاشرتی پستی مراد ہے یعنی یہاں جہل سے وہ جہل مراد نہیں ہے، جسکی ضد علم ہے، بلکہ ایسا جہل جسکی ضد حلم ہے" چنانچہ اس کلیہ کو قائم کرکے اوس نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے، کہ اسلام کو علم کی حوصلہ افزائی سے کوئی دور کا تعلق بھی نہ تھا، بلکہ اس کے خلاف اس کا مقصد صرف یہ تھا کہ عوام کی اخلاقی حالت درست کردیجائے گویا اسلام کو ہماری دماغی بلندی سے کوئی سروکار نہ تھا، بلکہ وہ ہماری زندگی کے صرف اوس پہلو کی اصلاح چاہتا تھا، جس کا تعلق ہمارے انفرادی اخلاق یا اجتماعی معاملات سے ہے،

تعجب ہے کہ اسلام کے متعلق یہ خیالات کیوں اس قدر عام ہوگئے، درانحالیکہ اسلام نے سب سے زیادہ جس چیز پر زور دیا ہے، وہ یہ ہے کہ انسان کی ذہنی اور دماغی طاقتیں اس درجہ اجاگر کردیجائیں کہ ان کے ماتحت ہر شخص اپنے اعمال و افعال کے حسن و قبح کا اندازہ خود کرسکے، بالفاظ دیگر یوں سمجھئے کہ اسلام ایک ایسا رہبر نہیں ہے جو دنیا کے ظلمتکدہ میں ہمیں صرف یہ بتاتا رہتا ہے، کہ فلاں راستہ پر چلو، اور فلاں راستہ کو چھوڑ دو، بلکہ اس کے ساتھ وہ ہم میں سے ہر ایک کے ہاتھ میں ایک دہکتی ہوئی مشعل بھی دیتا ہے، جس کے بعد ہم صحیح طور پر اپنے اعمال و

[1] احیاء العلوم جلد اول صفحہ ۱۱۹،

افعال کے ذمہ دار ہوجاتے ہیں،

ایسی صورت میں وقت کی ضرورت کا سب سے پہلا تقاضا یہ ہے کہ قرآن و حدیث کی الوہی روشنی میں اس مسئلہ پر غور کرکے یہ دیکھا جائے کہ اسلام نے علم کو کیا مرتبہ دیا ہے، مختلف علوم کے ساتھ کیا اعتنا کیا ہے، کن کن علوم کے سیکھنے کی ترغیب دی ہے، اور کن کن کے سیکھنے سے روکا ہے، وغیرہ وغیرہ،

چنانچہ یہی وہ مسائل ہیں، جن کو امکانی اختصار کے ساتھ آیندہ صفحات میں پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے،

علم کی غایت

علم کی تعریف بالعموم یہ کیجاتی ہے، کہ "وہ ایک ایسا ملکہ ہے جس کے توسط سے حقائقِ اشیاء کو دریافت کیا جاتا ہے" اس تعریف پر غور کرنے سے معلوم ہوگا، کہ حقائقِ اشیاء کو دریافت کرنے کیلئے سب سے پہلی اور لابدی شرط یہ ہے، کہ انسانی دماغ توہم پرستیوں کی قید و بند سے بالکل آزاد ہو، وہ فطرت کے ہر پر عظمت و ہیبت منظر سے مرعوب ہوکر اوس کو خدا نہ سمجھے، گنگا و جمنا کے عظیم الشان طول و عرض کو قادر مطلق جانکر اوس کی پرستش نہ کرنے لگے، سانپ کو خدا کا اوتار مانکر اوس کے آگے گھٹنے نہ ٹیکدے، آگ اور سورج سے خائف ہوکر ان کے آگے نہ جھک جائے، پہاڑوں کی اونچی اونچی چوٹیوں اور جنگل کے پراسرار بیابانوں سے ہراساں ہوکر ان کو دنیا کے نظم و نسق کا مالک نہ خیال کرے، بلکہ اسکے خلاف وہ اپنی فطرت کو کائنات کی ہر چیز سے بلند سمجھے، اور بیباکی کیساتھ ہرشے کی کنہ اور حقیقت تک پہنچنے کی سعی کرے، یہی وجہ ہے کہ کسی قوم کے افراد میں اسوقت تک علمی تحقیقات کا شوق پیدا نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ ضعیف الاعتقادیوں کی بنا پر اپنے گرد و پیش کی تمام چیزوں سے ڈرتے رہتے ہیں، چنانچہ نیپال یا تبت کی توہم پرست دنیا میں کسی نوجوان کے ذہن میں ایورسٹ یا نانگا پربت کی چوٹیوں پر جاکر اکتشافات کرنے کا خیال تک نہیں آسکتا، کیونکہ جب اس کے نزدیک یہ چوٹیاں دیوتاؤں کا مسکن ہیں، تو پھر ان پر قدم رکھنے کے تصور سے بھی دنیا و عقبیٰ کی سینکڑوں تباہیوں کا امکان پیدا ہوجاتا ہے،

غرضکہ علمی دلچسپیوں کی حقیقی فضا اسی وقت پیدا ہوسکتی ہے جبکہ توہم پرستی کے کثیف بادلوں کو انسانی دماغ سے فنا کردیا جائے، اور اسکو یہ سمجھا دیا جائے کہ دنیا کا ہر ہر ذرہ اس کے سامنے عاجز و لاچار ہے، اور وہ کائنات کی ہر بست و

بلند شے سے استفادہ کر سکتا ہو،

یہی ہر علم کا وہ پہلا سبق جو سب سے پہلے کسی قوم کو پڑھایا جانا ضروری ہو،

عقیدۂ توحید اور علم

اب غور کیجئے تو معلوم ہوگا، کہ اسلام نے جس شدت سے توحید کا نعرہ بلند کر کے توہم پرستی اور بت پرستی کی بنیادیں ہلا ڈالیں، اس نے انسانی دماغ کو ایک بڑی قید سے آزاد کر دیا، خوف و ہراس کی مفلوج کن بندشین ایک ایک کر کے توڑ ڈالیں، ذہنی قوتوں کو بیدار کیا، اور انسانی فہم و ادراک کے مقابلہ میں کائنات کے ذرہ ذرہ کو سرنگوں کر دیا،

خلافتِ الٰہی اور علم

چنانچہ جب قرآن شریف میں انسانی تخلیق کا ذکر آتا ہے، تو خدا تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوتا ہو،

اِنّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً، میں زمین میں ایک نائب بنانیوالا ہوں،

(بقرہ ۔ ۴)

یہاں نائب کے لفظ سے کسدرجہ وضاحت کے ساتھ انسان کو اس بات کا یقین دلایا گیا ہو، کہ جس طرح خدا تمام موجوداتِ عالم پر قادر ہے، اسی طرح انسان بھی خدا کے بعد خدا کی اجازت اور بخشی ہوئی قدرت سے ہر چیز پر جاکمانہ تسلط رکھتا ہے، پھر فرشتوں نے خدا سے یہ سوال کیا ہو،

"کیا آپ زمین پر ایسے لوگوں کو بھیجنا چاہتے ہیں، جو وہاں فساد برپا کریں گے اور آپس میں ایک دوسری کا خون بہائینگے"

(پارہ ۱، سورہ بقرہ، رکوع ۴ آیت ۳۰)

اس کے بعد خدا کہتا ہے "پھر ہم نے آدم کو تمام چیزونکے نام سکھا دیے" (پارہ ۱، سورہ بقرہ، رکوع ۴ آیت ۳۱) اس آیت کی تفسیر میں اکثر مفسرین کبار کا اتفاق ہے، کہ "چیزوں کے نام" سے مراد "چیزوں کا علم" ہے یعنی خدا نے کہا کہ گو انسان کی فطرت بظاہر گمراہی کی جانب مائل نظر آتی ہے، لیکن میں اوس کے ہاتھ میں علم کی مشعل دیدوں گا جس کے بعد وہ صحیح راستہ سے نہ بھٹک سکے گا؛

اس کے بعد اسی چیز کو زیادہ واضح کرنے کیلئے ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے:-

"کیا تم خدا کے سوا کسی اور کو معبود بنانا چاہتے ہو، درآنحالیکہ اوس نے تو تم کو کل کائنات پر فضیلت دیدی ہے"

(پارہ ۹، سورہ اعراف، رکوع ۱۷، آیت ۱۴۰)

یعنی تعجب ہو کہ تم دنیا کی ہر چیز سے افضل ہو کر دریا، پہاڑ اور پتھروں کے آگے سر جھکاتے ہو، ایک جگہ ہے:-

"وہ اللہ جس نے سمندر کو تمہارا خادم بنا دیا، تاکہ اس کے حکم سے اسمیں کشتیاں چلیں، اور تاکہ تم اس کے فضل سے اپنی معاش پیدا کر سکو، اور تاکہ تم اس طرح شکر گذار بن جاؤ، اور زمین اور آسمان میں جو کچھ ہے وہ سب تمہارے زیر نگیں کر دیا، بیشک ان چیزوں میں غور و فکر کرنیوالوں کیلئے بہت سے دلائل ہیں"

(پارہ ۲۵، سورہ جاثیہ رکوع ۲، آیت، آیت ۱۲ و ۱۳)

عقیدۂ توحید سے توہم پرستی کا ازالہ

اسلام نے عقیدۂ توحید کو صرف ریاضی کے ایک مسئلہ کی طرح پیش نہیں کیا ہو، بلکہ اوس نے اس کے ذریعہ سے انسانوں کو یہ عملی سبق دیا ہے، کہ ایک خدائے قادر و توانا کے علاوہ اور کوئی چیز نہیں جس کا ڈر کیا جائے یا اس کے آگے ہاتھ پھیلایا جائے، وہ انسان ہی ہے، جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت کے ذریعہ سے کائنات کے ذرہ ذرہ کو اپنے کام میں لگائے ہوئے ہے، قرآن پاک نے اس تعلیم کو مختلف مقامات پر مختلف پیرایوں سے بیان کیا ہو ایک جگہ شرم دلاتے ہوئے کہا گیا ہے:-

"اور یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کو پوجتے ہیں، جو اُن کو نہ تو آسمان میں رزق پہنچانے کا اختیار رکھتی ہیں، اور نہ زمین میں، اور نہ ان کو اس چیز کی قدرت ہے، اور اس لئے تم کو چاہئے، کہ خدا تعالیٰ کے نام پر بُت بنا کر اُن کی پرستش نہ کرو، بیشک خدا سب کچھ جانتا ہے، اور تم نہیں جانتے، اب خدا کی طرف سے تمہارے سامنے ایک مثال پیش کیجاتی ہے، اور وہ یہ ہے کہ فرض کرو کہ ایک تو کسی کا زرخرید غلام ہو، جسکو کسی چیز پر بھی اختیار نہیں ہے، اور اس کے مقابلہ میں ایک وہ شخص ہے، جسکو ہم نے اپنے پاس سے خوب روزی دے رکھی ہے جسمیں سے وہ پوشیدہ طور پر اور علانیہ دونوں طرح سے خرچ کرتا ہے، اب

تمہیں بتلاؤ کہ کیا یہ دونوں شخص آپس میں برابر ہو سکتے ہیں ؟ (اسی طرح غور کرو کہ بھلا پتھر کی بے حس و حرکت مورتیوں کو خدا کی بلند و برتر ذات سے کیا نسبت ہو سکتی ہے ؟)"

(پارہ ۱۴، سورہ نحل، رکوع ۱۰، آیت ۷۳ تا ۷۵)

ایک مقام پر ہے :-

"کیا آپ نے اس احمق کو دیکھا، جو خدا کو چھوڑ کر اوروں کو اپنا معبود بناتا ہے"

(پارہ ۱۹، سورہ فرقان، رکوع ۴، آیت ۴۳-۴۴)

ایک آیت میں ہے :-

"اور کوئی پیغمبر تم سے یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم فرشتوں یا پیغمبروں کو اپنا رب قرار دے لو (بھلا غور تو کرو کہ) کیا وہ تمہارے مسلمان ہونے کے بعد تمہیں کفر کی باتیں سکھائے گا"

(پارہ ۳، سورہ آل عمران، رکوع ۸، آیت ۷۹)

اس حقیقت پر اسلام نے اس درجہ زور دیا ہے کہ خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ارشاد فرمایا :-

اے نبی آپ ان سے کہدیجئے کہ میں بھی تمہاری طرح ایک انسان ہوں، فرق صرف اتنا ہے کہ میرے پاس وحی آتی ہے، بیشک تمہارا معبود ایک ہی ہے، پس جو شخص اپنے رب سے ملنے کی تمنا رکھتا ہے، اسکو چاہئے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی پرستش میں کسی اور کو شریک نہ کرے"

(پارہ ۱۶، سورہ کہف، رکوع ۱۲، آیت ۱۱۰)

ایک مرتبہ عتبہ بن ربیعہ نے آنحضرت صلعم سے جاکر کہا، کہ "اگر آپ ہمارے بتوں کو برا بھلا کہنا چھوڑ دیں تو ہم آپ کو اپنا سردار مان لیتے ہیں" اس کے جواب میں آپ نے جو آیت اسوقت پڑھی وہ یہ تھی :-

"اے نبی آپ ان سے کہدیجئے، کہ میں تو تمہاری طرح انسان ہوں، فرق صرف اتنا ہے، کہ مجھ پر وحی آتی ہے، بیشک میرا اور تمہارا خدا ایک ہے، پس تم کو چاہئے کہ اسی کی طرف رخ کرو، اور اسی سے معافی

چاہو کتنی افسوسناک ہے مشرکوں کی حالت !"

(پارہ ۲۴، سورہ حم السجدہ، رکوع ۱۱، آیت ۶)

غرضکہ قرآن نے جابجا توحید کے اثبات پر جو زور دیا ہے، اس کا ایک بڑا مقصد یہ بھی ہے کہ انسانی دماغ کو اوہام پرستی کے پھندوں سے نکال کر غور و فکر کی طرف مائل کرے، اسے عقل پر اعتماد کرنا سکھائے، اور اس طرح تحقیقات علمی کے راستہ میں جو زبردست رکاوٹ پیش آتی ہے، اوسکو مطلقاً راہ سے الگ کر دے،

تحصیل علم کی ترغیبات لیکن انسانی دماغ کو ان بندشوں سے آزاد کرنے کے بعد حصول علم کے بلند مقصد کو صرف منفیانہ (NEGATIVE) امداد پہنچتی ہے، یعنی توحید باری پر ایمان لے آنے کے بعد حصول علم کے راستہ میں کوئی وقت حائل نہیں رہتی، لیکن اثباتی حیثیت سے (POSITIVELY) علمی تحقیقات کی حوصلہ افزائی کے لئے سب سے اہم چیز یہ ہے، کہ انسان کی دماغی طاقتوں کو حرکت میں لانے کی ترغیب دیجائے، یعنی اوسے بتایا جائے، کہ اپنے قوائے فکریہ کو معطل اور بیکار نہ کر دے، بلکہ قدم قدم پر ان سے کام لے، اس مقصد کو پیش نظر رکھکر اگر آپ قرآن و حدیث کے صفحات پر نظر ڈالیں گے، تو بکثرت ایسی آیتیں اور حدیثیں نظر پڑیں گی جنمیں قوت فکر کو کام میں لانیکی ہدایت کیگئی ہے، میں یہاں صرف چند نقل کرتا ہوں :-

قرآن میں ہے :-

"بلاشبہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں، اور رات اور دن کے یکے بعد دیگرے آنے میں اہل عقل کیلئے بہت سے دلائل پنہاں ہیں، یہ اہل عقل ایسے لوگ ہیں، جو کھڑے، لیٹے، بیٹھے، کسی وقت خدا کی یاد سے غافل نہیں ہوتے، اور آسمانوں اور زمین کی تخلیق پر غور کرتے ہیں، اور کہتے ہیں، کہ اے پروردگار حقیقتہً تو نے یہ سب کچھ فضول پیدا نہیں کیا ہے"

(پارہ ۴، سورہ آل عمران، رکوع ۲۰، آیت ۱۸۹، ۱۹۰)

اس آیت کے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے، کہ "ہلاک ہو وہ شخص جسنے اس آیت کو پڑھا، اور پھر بھی اس

کائنات پر غور و فکر کرنے کی توفیق نہ ہوئی۔"[۴]

ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"تفکر سے بڑھکر اور کوئی عبادت نہیں ہے، اس لیے کہ اوسکا خصوصی تعلق قلب سے ہے، اور خود انسان کی تخلیق کا مقصد بھی یہی ہے، (کہ وہ غور و فکر کے بعد صحیح راستہ اختیار کرے)۔"[۵]

ایک مرتبہ فرمایا، "دنیا کی مخلوقات پر غور و فکر کرو"[۶] وغیرہ وغیرہ

اسلام میں عقل کا مرتبہ

الغرض اسلام نے سینکڑوں مختلف انداز سے قوائے عقلیہ کو کام میں لانے کی ترغیب دی ہے، اور اسطرح علمی تحقیقات کی عظیم الشان عمارت کا ایک مستحکم سنگ بنیاد نصب کیا ہے، لیکن اب ہم کو یہ دیکھنے کی ضرورت ہے کہ اسلام نے کن علوم کے سیکھنے کی ہدایت کی ہے،

لیکن اس مسئلہ پر بحث کرنے سے قبل یہ امر طے کر لینا ضروری ہے کہ اسلام نے عقل کو کیا مرتبہ دیا ہے، یعنی آیا اسلام کے احکام پر عقلی حیثیت سے غور کیا جا سکتا ہے یا سماع کے مقابلہ میں عقل کو معطل سمجھنے کی ہدایت ہے،

اس بارہ میں اہل سنت کا عقیدہ یہ ہے، کہ "عقل سے عقائد صحیحہ تک پہنچنے میں رہبری ہوتی ہے اور سمع سے احکام شرعیہ مختص ہوجاتے ہیں"[۷]، یعنی جہانتک عقائد کا تعلق ہے، انسان کو چاہئے کہ ایسے عقیدہ کو خواہ مخواہ باور نہ کرے، جسکو باور نہ کرنے پر اسکی عقل کا اصرار ہو، لیکن احکام شرعیہ نماز وغیرہ میں چونکہ عام مصالح کا خیال ہوتا ہے اسلئے اگر کسی ایک انسان کے ذہن میں خود اسکی ذات کیلئے کوئی چیز غیر ضروری معلوم ہو تو اسکو چاہئے کہ اپنی عقل کے فیصلہ کے خلاف ان احکام کا پابند رہے، کہ کسی ایک شخص کے ذہن میں اگر کسی کام کی مصلحت سمجھ میں نہ آئے تو اوس میں سرے سے مصلحت موجود نہ ہونے کا دعویٰ نہیں کیا جا سکتا، اور اس لئے بھی اوس چیز کی پابندی ضروری ہے تاکہ جماعت کا شیرازہ بکھرنے نہ پائے، اور اسلام کے متبعین میں یکجہتی اور اتحاد مفقود نہ ہوسکے،

---

[۴] اخرجہ ابن حبان عن عائشہؓ، [۵] اخرجہ بیہقی و ابن حبان [۶] ابن التمجید، حاشیہ بیضاوی، بر قنوی جلد ۲ صفحہ ۱۶۲ [۷] الانتصاف ص ۲۰۶، ۴، (از امام ناصر الدین احمد المالکی، قاضی اسکندریہ، المتوفی ۶۸۳ھ)

اسلام نے عقل کو جو مرتبہ دیا ہے، اوس کو معلوم کرنے کے لئے قرآن کی مندرجہ ذیل آیات کا مطالعہ کافی ہوگا،

۱۔ "اگر ہم (قرآن) سنتے، اور عقل سے سمجھتے، (یعنی اگر ہم اوس کی حکمتوں پر اور اوس کے مطالب پر ایک متبصر کی طرح غور و فکر کرتے[۱]) تو ہم دوزخ میں نہ ڈالے جاتے۔"

(پارہ ۲۹، سورہ الملک، رکوع ۱، آیت ۱۰)

۲۔ "(زمین و آسمان کی) ان تمام باتوں میں غور و فکر کرنے والوں کیلئے کافی دلائل پنہاں ہیں۔"

(پارہ ۲۵، سورہ جاثیہ، رکوع ۲، آیت ۱۳)

۳۔ بلاشبہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں اور رات اور دن کے یکے بعد دیگرے آنے میں اہل عقل[۲] کیلئے بہت سے دلائل پنہاں ہیں۔"

(پارہ ۴، سورہ آل عمران، رکوع ۲۰، آیت ۱۸۹)

اس آیت کی تفسیر میں امام رازی فرماتے ہیں "یہ آیت بالوضاحت اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ خدا کے وجود پر عقلی دلائل سے استدلال کرنا سخت ضروری ہے، اور اس مقصد کے حصول میں تقلید سے کام نہیں چل سکتا" اس آیت کے شان نزول میں سعید بن مسروق سے روایت ہے، کہ ایک مرتبہ یہود نے آنحضرت صلعم سے کہا کہ جسطرح حضرت موسیٰؑ کے پاس معجزات تھے، اسی طرح آپ بھی اپنے معجزات دکھلائیے، عیسائیوں نے بھی یہی کہا کہ جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس معجزات تھے، اسی طرح آپ بھی اپنی صداقت کے ثبوت میں کچھ معجزات پیش کیجئے، اس پر قریش نے کہا کہ "اے محمد آپ خدا سے دعا کیجئے، کہ کوہ صفا سارا کا سارا سونے کا ہوجائے، تاکہ ہمارے یقین و ایمان میں بھی مزید پختگی آجائے، اور اس طرح ہم کو اپنے دشمن پر غلبہ بھی حاصل ہوجائے" اس پر آنحضرت صلعم نے خدا کی طرف التفات کیا، جس کے بعد یہ آیت نازل ہوئی، "بلاشبہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں، اور رات اور دن کے یکے

---

[۱] بیضاوی [۲] لاولی الالباب اے لذوی العقول، تفسیر ابن عباس،

بعد دیگرے آنے میں اہل عقل کیلئے بہت سے دلائل پنہاں ہیں" جس کا مطلب یہ ہے کہ اگر تم کو ایمان کی پختگی ہی مقصود ہے تو اسی آسمان وزمین کے اسرار پر غور کرو، ایمان کی پختگی کے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔[۱]

تفسیر بیضاوی میں لکھا ہے کہ اس آیت سے "علم الاصول" کی رفعت ومنزلت کا اندازہ ہوتا ہے[۲] اور علم الاصول اس علم کو کہتے ہیں جسمیں خدا کی ذات وصفات سے بحث ہو، اور مخلوقاتِ عالم پر گہری نظر ڈالی جائے تاکہ اس کی مدد سے خالق کے وجود پر استدلال کیا جا سکے[۳]،

۴۔ "اور یہ باتیں علماء کے سوا اور کسی عقل میں آسکتی ہیں"

(پارہ ۲۰، سورہ عنکبوت، رکوع ۴، آیت ۴۳)

اس آیت کی تفسیر میں حضرت جابرؓ سے روایت ہے، کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کو پڑھ کر فرمایا کہ "عالم وہ ہے، جس نے اپنی عقل سے خدا کو پہچانا، پھر اوس کی اطاعت کی، اور اوس کے غضب سے ڈرتا رہا"[۴]

علامہ نیشا پوری کی تفسیر میں اس آیت کے ذیل میں لکھا ہے:-

"علم اگر حدسی ہو تو اسکو تو عام ذی فہم آدمی سمجھ سکتا ہے، لیکن اگر یہ علم بہت گہرا ہو اور غور وفکر سے تعلق رکھتا ہو، تو اسکو عالم کے سوا اور کوئی نہیں سمجھ سکتا، اسوجہ سے عام آدمی منطقی حیثیت سے اس کے لاحقہ وسابقہ مقدمات کی صحیح ترتیب نہیں دیکتا"[۵]

۵۔ اور "جس شخص کو حکمت مل گئی، اوسکو بہت بڑی خیر کی چیز مل گئی، اور نصیحت کو بھی وہی قبول کرتے ہیں جنہیں عقل ہوتی ہے"

(پارہ ۳، سورہ بقرہ، رکوع ۳۷، آیت ۲۶۹)

اس آیت میں حکمت کی تفسیر میں حضرت ابن زیدؓ فرماتے ہیں کہ "حکمت سے مراد عقل ہے[۶] اور ابراہیمؒ کا قول ہے کہ حکمت کے معنی ہیں فہم"[۷]

---

[۱] تفسیر کبیر جلد ۷ ص ۵۰، [۲] شیخزادہ، شرح بیضاوی جلد ثالث ص ۱۹، [۳] کشاف جلد ثانی صفحہ ۱۸۰، [۴] تفسیر غرائب الفرقان جلد ۲۱ ص ۵، [۵] و [۶] تفسیر ابن جریر جلد ثالث ص ۵۶،

۶۔ پارہ ۲۱، سورہ روم کے تیسرے رکوع میں باری تعالیٰ کی حقانیت کے بہت سے دلائل پیش کئے گئے ہیں، اوسکے ذیل میں علامہ نیشاپوری اپنی تفسیر میں لکھتے ہیں:-

"اور اس میں شک نہیں کہ دلیل کے بعد جو ایمان ہوتا ہے، وہ اس ایمان سے بہت زیادہ قوی ہوتا ہے، جو دلیل سے پہلے ہوتا ہے"[۱]

۷۔ "ان تمام چیزوں میں ان لوگوں کیلئے کافی دلائل ہیں، جو عقل کی مدد سے غور وفکر کرتے ہیں"[۲] (یعنی جو اپنی عقل سے مخلوقاتِ عالم کی تخلیق وغیرہ کے علل واسباب دریافت کرتے ہیں، اور سوچتے ہیں کہ یہ چیزیں کیسے پیدا ہوئیں[۳])

۸۔ پارہ ۱، سورہ بقرہ رکوع ۳ کی آیت ۲۲ کی تفسیر میں امام رازی لکھتے ہیں کہ "خدا تعالیٰ نے عبادت کا حکم دینے کے فوراً بعد وجود صانع کے دلائل ذکر کرنا شروع کر دیئے، جن سے ظاہر ہوتا ہے، کہ خدا کے پہچاننے کا اور کوئی ذریعہ اسکے سوا ہے ہی نہیں، کہ اسمیں غور وفکر کیا جائے، اور استدلال سے کام لیا جائے"[۴]

قرآن وحدیث کی ان شہادتوں کی روشنی میں یہ حقیقت کسی مزید توضیح کی محتاج نہیں رہتی، کہ اسلام نے عقل کو نہ صرف اہمیت ہی دی ہے، بلکہ اسلامی احکام کو سمجھنے کیلئے اسکو ایک ناگزیر وسیلہ بھی بتایا ہے، یہی نہیں بلکہ اپنی حقانیت کی ساری بنیادیں عقل ہی کی سرزمین پر استوار کی ہیں،

عقل اور علم کا لزوم

اب اگر آپ ذرا امعانِ نظر سے کام لیں گے، تو آپ کو معلوم ہوگا، کہ عقل کا مظاہرہ صرف علوم کے لباس میں ہوتا ہے، یعنی عقل ایک ایسا جوہر بسیط ہے، جس کا تحقق خارجی دنیا میں علوم کے جامہ کے علاوہ اور کسی طرح ممکن نہیں ہے، بالفاظِ دیگر یوں کہئے کہ ہمارے علوم کی تمام شاخیں صرف عقل کی حکمت آرائیوں کا نتیجہ ہیں، بلکہ اگر اعتباری فرق کا لحاظ نہ کیا جائے، تو یہ کہنا بیجا نہ ہوگا، کہ عقل وعلم دو مترادف الفاظ ہیں، اسلئے کہ علم حقائقِ اشیا کے دریافت کرنے کو کہتے ہیں، اور عقل ایک ایسی انسانی صفت کا نام ہے، کہ جو ہم کو ہر چیز کی اصلیت اور کنہ تک پہنچنے میں رہبری کرتی ہے، درختوں اور پودوں کی حقیقت وکیفیت پر غور کرنے والے کو آپ عالمِ نباتات کہتے ہیں، اور سیاروں

---

[۱] تفسیر غرائب الفرقان جلد ۱ صفحہ ۲۶، [۲] "یعقلون" ای یتفکرون بعقولہم" تفسیر مدارک، [۳] بیضاوی [۴] تفسیر کبیر جلد اول

اور کروں کی حرکت کے مطالعہ کرنے والوں کو آپ عالم ہیئت سمجھتے ہیں، درآں حالیکہ اگر آپ غور کریں گے تو معلوم ہوگا کہ یہ دونوں محض اپنی اپنی عقل سے کام لے رہے ہیں، فرق صرف اتنا ہے، کہ ایک کا موضوعِ تفکر کچھ اور ہے اور دوسرے کا کچھ اور،

یہاں اس امر کا ظاہر کر دینا ضروری ہے کہ علم سے میری مراد صرف "دانستن" نہیں ہے، یعنی مجھے اوس علم سے کچھ بحث نہیں ہے، جس پر ہمارے منطقیوں نے حمد اللہ اور قاضی مبارک وغیرہ میں صفحے کے صفحے سیاہ کردئے ہیں، بلکہ اس کے خلاف میرا مقصد علم سے صرف "اکتشافاتِ عقلیہ" ہیں، اور اسلئے عقل و علم کے اس تعلق کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے، نظرۃً وہ تمام علوم میری بحث سے خارج ہوجاتے ہیں، جن کا انحصار صرف توہم پرستی، اعتقاداتِ باطلہ یا کورانہ تقلید پر ہے،

بہرحال عقل کے متعلق قرآن و حدیث کے جو اقوال اوپر نقل کئے گئے ہیں، اُن سے یہ حقیقت بخوبی آشکارا ہوجاتی ہے، کہ اسلام نے عقل کو کتنی اہمیت دی ہے، لیکن چونکہ عقل کے استعمال ہی کا نام "علم" ہے، اسلئے بالفاظ دیگر یہ کہا جاسکتا ہے کہ اسلام نے علوم کے سیکھنے کو انسانی تکمیل کیلئے ضروری قرار دیا ہے،

قرآن پاک میں مختلف علوم کے اشارات

پھر یہ بات صرف اجمالی ہی طور پر ثابت نہیں ہوتی، بلکہ بعض مقامات پر قرآن نے اشارۃً اُن علوم کا تذکرہ بھی کیا ہے،

اکیسویں پارہ سورۂ روم کے تیسرے رکوع میں خدا کی وحدانیت اور اسلام کی حقانیت کے ثبوت میں جن امور پر غور کرنے کی ہدایت کی گئی ہے، اگر ان پر تفصیلی نظر ڈالی جائے، تو بہت سے مستقل علوم پیدا ہوجاتے ہیں، اب ہم ہر آیت کے معنی کو نقل کر کے اس کے مقابلہ میں ان اصولی علوم کو لکھتے ہیں، جن کے کل یا جزئی حصول کے بغیر صحیح طور پر قرآنی ہدایت کی تکمیل ناممکن ہے[1]

[1] معارف :- اس قسم کی آیتیں قرآن پاک کی مختلف سورتوں میں ہیں، سورۂ نحل کے پہلے اور دوسرے رکوع میں بھی اسی قسم کا بیان ہے، اور وہ بھی اس مقام پر استدلال کے لائق ہے،

آیاتِ قرآنی	علوم ماخوذ منہا
۱- اور اسکی حقانیت کے دلائل میں سے ایک یہ ہے کہ اوس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، یہاں تک کہ تم اچھے خاصے آدمی ہو کر دنیا میں گھومنے پھرنے لگے"	۱- علم الانسان (انتھروپولوجی) اسکے تحت میں بہت سے علوم آجاتے ہیں، مثلاً عضویات (فزیالوجی) علم تشریح، (اناٹومی) علم الادویہ، طبیبات، نفسیات وغیرہ
۲- اور اسکی حقانیت کے دلائل میں سے ایک یہ ہے کہ اوس نے تمھاری جنس کی بیبیاں بنائیں، تاکہ تم ان کی طرف مائل ہوسکو، اور تمھارے درمیان محبت اور ہمدردی پیدا کی، (تاکہ انسانی معاشرت کا شیرازہ بکھرنے نہ پائے، جس کا انحصار باہمی امداد و تعاون پر ہے، اور اس امداد اور تعاون کے لئے ضروری ہے کہ آپس میں ہمدردی اور محبت ہو)[1]	۲- تدبیر منزل معاشیات (سوشل سائنس) سیاسیات، (پولٹیکل سائنس،) اور فلسفۂ اخلاق (مارل فلاسوفی) وغیرہ وغیرہ،
۳- اور اوسکی حقانیت کے دلائل میں سے آسمانوں اور زمین کی تخلیق ہے اور تمھاری زبانوں اور تمھارے جسمانی رنگوں کا اختلاف ہے، بیشک ان تمام باتوں میں سمجھنے والوں کیلئے کافی دلائل ہیں"،	۳- ہیئت طبقات الارض، علم لغت (لیکسوگرافی) لسانیات (فیلالوجی) وغیرہ وغیرہ
۴- اور اوسکی حقانیت کے دلائل میں سے ایک یہ بھی ہے، کہ وہ تم کو بجلی دکھاتا ہے، جسے دیکھ کر تم ڈرتے بھی ہو، اور اس سے سینکڑوں امیدیں بھی	۴- طبقات الارض (جیالوجی) طبعیات، فلسفۂ حیات (نیچرل فلاسوفی) علم الحیوانات وغیرہ،

[1] بیضاوی،

وابستہ کرتے ہو، اور وہ آسمان سے پانی برساتا ہے جس سے مردہ زمین میں از سر نو جان پڑجاتی ہے، بیشک ان تمام چیزوں میں ان لوگوں کے واسطے کافی دلائل ہیں، جو عقل رکھتے ہیں؛"	
۵۔ "اور اسکی حقانیت کے دلائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آسمان اور زمین اوس کے حکم سے کھڑے ہیں، پھر جب وہ تم کو زمین سے پکار کر باہر بلائیگا تو تم ایک دم نکل پڑوگے"،	۵۔ ہیئت، علم بعد الممات یا الٰہیات (میٹافزکس) وغیرہ،

سورۂ آل عمران میں ایک جگہ ہے،:۔

"تم سے پہلے اس قسم کی بہت سی مثالیں[1] گزر چکی ہیں، پس زمین میں گھوم پھر کر دیکھو کہ جھٹلانے والوں کا کیا حشر ہوا (تاکہ تم کو ان کی تباہ شدہ عظمت و شوکت کے نشانات دیکھکر عبرت ہو[2]) اور یہ یعنی (گذشتہ زمانہ کے حالات پر غور کرنا[3]) عام لوگوں کے لئے اچھی خاصی دلیل ہے، اور خدا سے ڈرنے والوں کے لئے تو اس میں ہدایت و نصیحت ہے؛"

(پارہ ۴، سورۂ آل عمران رکوع ۱۴، آیت ۱۳۶)

اس آیت میں کس درجہ وضاحت کے ساتھ تاریخ کے مطالعہ کی اہمیت کا اظہار کیا گیا ہے، اور اوسکی عملی تعلیم کیلئے سیاحت کی ترغیب دی گئی ہے، جس سے علم جغرافیہ کی بھی تکمیل ہوتی ہے،

ایک اور جگہ ہے،

"اے محمد آپ ان لوگوں سے کہئے کہ زمین میں گھوم پھر کر معلوم کرو، کہ عالم کی تخلیق کا آغاز کس

[1] ابن جریر جلد ۴، ص ۶۲، [2] بیضاوی، [3] شیخزادہ حاشیہ بیضاوی جلد ثالث ص ۱۴۲،

طرح ہوا" (پارہ ۲۰، سورۂ عنکبوت رکوع ۲، آیت ۲۰)

اس آیت کے ذیل میں علامہ ابن جریر نے مطرف بن عبداللہ کا یہ قول نقل کیا ہے، "میرے نزدیک عبادت کے شرف سے علم کا شرف بہت بلند ہے[1]"، ظاہر ہے کہ اس آیت کے تحت میں مطرف بن عبداللہ کے اس قول کا مطلب اسکے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتا کہ وہ شخص جس کی تاریخی معلومات وسیع ہوں، اور جس کو امم سابقہ کی تباہیوں اور بربادیوں کی داستانیں یاد ہوں، اور اس سے اثر پذیر ہو، اس شخص سے ہزار درجہ افضل ہے، جو ان تمام چیزوں سے لاعلم ہو کر ایک ایک میں پڑا ہوا اللہ اللہ کیا کرے،

سورۂ بقرہ میں ہے:۔

"بیشک آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں، اور رات اور دن کے یکے بعد دیگرے آنے میں، اور جہازوں میں جو مفید چیزیں لیکر سمندر میں چلتے ہیں، اور بارش کے پانی میں جسکو خدائے تعالیٰ نے آسمان سے برسایا، اور جس سے مردہ زمین میں جان ڈالدی، اور پھر اسمیں ہر قسم کے حیوانات پھیلادئے، اور ہواؤں کے بدلنے میں، اور زمین و آسمان کے بیچ میں معلق لگے ہوئے بادلوں میں عقل رکھنے والوں کے لئے، (خدا کی قدرت اور اوس کی عظمت کی) بہت سی نشانیاں ہیں؛"

(پارہ ۲، سورۂ بقرہ رکوع ۲۰، آیت ۱۶۴)

اس آیت کی تفسیر میں علامہ رازی لکھتے ہیں، کہ اسمیں وحدانیت کے آٹھ مختلف دلائل ذکر کئے گئے ہیں[2]؛ چنانچہ انھوں نے آٹھ مستقل ابواب قائم کرکے ان دلائل پر تفصیلی بحث کی ہے، ان ابواب کے عنوانات ہم ذیل میں درج کرتے ہیں، علامہ رازی نے اس آیت کے ایک ایک ٹکڑے کو ہر باب کا سرنامہ قرار دیکر اسکے تحت میں مختلف علوم کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے، آجکل ان میں سے بعض علوم کی دو تین بڑی بڑی شاخیں ہوکر ہر شاخ ایک مستقل فن بن گئی ہے، بہر حال ہم نے عام سہولت کی غرض سے عربی عبارت کے مقابلہ میں ان علوم کے مروجہ نام درج کردئے ہیں:۔

[1] تفسیر ابن جریر جلد ۲۰ صفحہ ۱۳ [2] تفسیر کبیر جلد ۲،

ابواب مرتبہ امام رازی،	آیت متعلقہ	علوم
۱- بیان الافلاک،	۱- بیشک آسمانوں کی تخلیق میں (عقل رکھنے والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں،)	۱- علم ہیئت، وغیرہ،
۲- احوال الارض،	۲- بیشک زمین کی تخلیق میں (عقل رکھنے والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں،)	۲- طبقات الارض، (جیالوجی) علم آثار قدیمہ (ارکیالوجی)، علم المعادن (مینیرولوجی) وغیرہ،
۳- اختلافِ لیل و نہار	۳- اور رات اور دن کے یکے بعد دیگرے آنے میں، الخ	۳- طبعیات، جغرافیہ، وغیرہ،
۴- جریان الفلک فی البحر و مواضع البحور،	۴- اور جہازوں میں جو کہ مفید چیزیں لیکر سمندر میں چلتے ہیں، الخ	۴- طبعیات، جغرافیہ، وغیرہ،
۵- انزال الماء من السماء	۵- اور بارش کے پانی میں جس کو خدا نے آسمان سے برسایا، اور جس سے مردہ زمین میں جان ڈالدی، الخ	۵- طبعیات وغیرہ
۶- بث الدواب فی الارض،	۶- اور پھر اس میں (یعنی زمین میں) ہر قسم کے حیوانات پھیلا دئے، الخ	۶- علم الحیوانات، وغیرہ
۷- تصریف الریاح،	۷- اور ہواؤں کے بدلنے میں، الخ	۷- علم جو سماء، وغیرہ
۸- تسخیر السحاب بین السماء والارض،	۸- اور زمین و آسمان کے بیچ میں معلق لٹکے ہوئے بادلوں میں، الخ	۸- طبعیات، وغیرہ

آجکل علوم کی ترقی اسدرجہ بڑھی ہوئی ہے، کہ کائنات کی ہر ہر چیز کی تحقیقات ایک مستقل علم بن گئی ہے، اور اس لئے اگر ان تمام علوم کا استقصا کیا جائے، تو ایک اچھی خاصی ضخیم فہرست تیار ہوجائے گی، اسی وجہ سے ہم نے "علوم" کے خانہ میں صرف مشہور علوم لکھدئے ہیں، جن سے تمام دیگر متعلقہ علوم تک رہبری ہوسکتی ہے،

شیخ اسمٰعیل حقی البروصوی اسی آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:-

"ان تمام چیزوں کے پیدا کرنے کی حکمت یہ ہے، تاکہ ہر چیز میں باری تعالیٰ کی صنعت و قدرت کا جلوہ نظر آئے پھر ان چیزوں میں خدا کی عظمت و جبروت کے جو دلائل پنہاں ہیں، وہ سب اسلئے ہیں کہ انسان اُن سے فائدہ اٹھائے، کیونکہ خدا نے اسکو عقل دی ہے، اسلئے خدا نے ایک جگہ فرمایا ہے "جب ہم اُن کے سامنے اپنی حقانیت کا ثبوت پیش کرنا چاہتے ہیں، تو کائنات کے طول و عرض میں اور خود اُن کے وجود میں اپنی صنعتوں کی کھلی ہوئی نشانیاں ظاہر کردیتے ہیں، (پارہ ۲۵، سورہ حم السجدہ، رکوع ۶ آیت ۵۳) دنیا خدا کی نشانیوں کا مظہر ہے، اور اسی وجہ سے ایک جگہ کہا گیا ہے "خدا نے جن و انس کو صرف اسلئے پیدا کیا ہے، تاکہ وہ عبادت کریں" (پارہ ۲۷، سورۂ طور، رکوع ۳ آیت ۵۶) یہاں عبادت سے "معرفتِ الٰہی" مراد ہے، اسلئے کہ عالم کو صرف اس لئے پیدا کیا ہے، تاکہ انسان اسکو دیکھ کر "معرفت الٰہی" حاصل کرسکے، حقیقۃً سارا عالم ایک آئینہ ہے، جس میں خدا کی حقانیت اور اوس کی عظمت و جلال کے دلائل نظر آتے ہیں، انسان کو چاہئے کہ وہ اس آئینہ میں "معرفت الٰہی" کا جلوہ دیکھنے سے غافل نہ ہو" [1]

امام رازی کی مذکورہ بالا توضیح اور علامہ بروصوی کا یہ عالمانہ تبصرہ اپنے اندر اتنی جامعیت رکھتے ہیں کہ اس کے بعد مجھے اپنے مدعا کو واضح کرنے کے لئے کسی مزید شہادت کو پیش کرنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی، تاہم چند آیات اور ملاحظہ ہوں:-

[1] جلد اول ص ۲۷۰، یہ تفسیر دس جلدوں میں شیخ اسماعیل حقی البروصوی نے لکھی ہے، ان کی وفات سنہ ۱۱۳۷ھ میں ہوئی تفسیر بہت مکمل اور مستند ہے، اور قسطنطنیہ سے سنہ ۱۳۳۰ھ میں شائع ہوئی ہے،

سورۂ غاشیہ میں ہے:۔

"اونٹ کو نہیں دیکھتے کہ اُسے کیسے بنایا گیا ہے، اور آسمان کو دیکھکر نہیں سوچتے، کہ کس طرح اتنی بلندی پر کھڑا ہے، اور پہاڑوں کو دیکھکر یہ نہیں سمجھتے کہ وہ کسطرح قائم کئے گئے ہیں، اور زمین کی طرف غور نہیں کرتے، کہ وہ کس طرح بچھادی گئی ہو"

(پارہ ۳۰، سورۂ غاشیہ، رکوع ۱، آیت ۱۷ و ۱۸)

ان آیات میں نہایت وضاحت کیساتھ ان علوم کے مطالعہ کرنے کی ہدایت کیگئی ہے،

۱- علم الحیوانات،

۲- ہیئت،

۳- طبقات الارض،

۴- کشش ثقل،

پارہ ۳، سورۂ بقرہ میں "وَمَن يُؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ أُوتِيَ خَيْرًا كَثِيرًا" کی تفسیر میں امام رازی فرماتے ہیں، "کہ حکمت سے مراد ہے علم و ادراک، اور فعل العدل والصواب"، اور اسلئے حکمت کی دو قسمیں ہیں، حکمت علمی اور حکمت نظری، اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے، کہ انسانیت کا کمال یہ ہے کہ وہ علم و عمل کی دونوں طاقتوں سے بدرجۂ احسن بہرہ یاب ہو"[1]

حکمت کی اس تفسیر کو سامنے رکھتے ہوئے گو علم کے تحت میں تمام علوم داخل کئے جاسکتے ہیں، لیکن عمل کے ذیل میں خصوصیت کے ساتھ مندرجۂ ذیل امور آجاتے ہیں:۔

۱- اخلاقیات، (اتھکس)

۲- الہیات، (میٹا فزکس)

---

[1] تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۳۴۶،

۳- فلسفۂ اخلاق، (مارل فلاسوفی)

سورۂ یونس میں ہے:۔

وَمَا كَانَ النَّاسُ إِلَّا أُمَّةً وَاحِدَةً، — اور دنیا کے تمام انسان نہیں، لیکن ایک قوم،

(رکوع ۲، آیت ۱۹)

اسی کے قریب قریب سورۂ بقرہ میں ہے:۔

كَانَ النَّاسُ أُمَّةً وَاحِدَةً، — اور سب انسان ایک قوم ہیں، (رکوع ۲۶، آیت ۲۱۳)

اگر غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ یہ آیات جس حقیقت کو واشگاف کرتی ہیں، اوسی کا دوسرا نام بین الاقوامیت (INTER NATIONALISM) یا حب انسانیت (HUMANITARIANISM) ہے[1]

سورۂ آل عمران میں ہو، کہ قرآن کی بہت سی آیات تو ایسی ہیں، کہ اُن کا مطلب بالکل ظاہر ہے، اور جسکو ہر شخص سمجھ سکتا ہے، لیکن بہت سی ایسی بھی ہیں، جن کی گہرائیوں تک صرف علما ہی پہنچ سکتے ہیں" (رکوع ۱، آیت ۷)

اسکی توضیح میں شیخزادہ میں لکھا ہو،

"یعنی قرآن کی ساری آیتیں ایسی نہیں ہیں جن کا مطلب ظاہری الفاظ کو دیکھ کر ہر شخص سمجھ لے بلکہ

---

[1] معارف:۔ ان آیتوں کا یہ منشا نہیں، اس منشار پر حسب ذیل آیتوں سے استدلال زیادہ مناسب ہوتا،

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا (حجرات ۲) — اے انسانو! ہم نے تمکو ایک مرد و عورت سے پیدا کیا، اور تمکو گروہ گروہ، اور قبیلہ قبیلہ بنایا کہ ایک دوسرے کو پہچانو،

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ (نساء-۱) — اے انسانو! اُس پروردگار سے ڈرو جس نے تمکو ایک جان سے بنایا،

إِنَّ هَٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ (انبیاء-۶) — یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے، اور میں تمہارا پروردگار ہوں،

اونکی بعض آیات ایسی بھی ہیں جنہیں غور و فکر کی ضرورت ہوتی ہے اور یہ اسلئے ہے تاکہ علما اُن آیات کے گہرے مطالب کو دریافت کرنیکی کوشش کریں، اور اسطرح عام لوگوں کو علماء کی فضیلت کا اندازہ ہو سکے کیونکہ اگر ساری آیات ایک طرح ظاہر المعنی ہو جاتیں تو لوگوں کو غور و فکر کرنے سے کوئی واسطہ نہ رہتا، اور اس طرح تحقیق و تفتیش کی برکت سے جو شرف انسان کو حاصل ہو سکتا ہے، وہ حاصل نہ ہوتا، بلکہ اس کے بجائے لوگ تقلید کی تاریکیوں میں پھنس جاتے، اور معرفت باری کی حقیقی منزل تک نہ پہنچ سکتے، کیونکہ خدا کو تو صرف استدلال اور فکر کی طاقتوں سے پہچانا جا سکتا ہے، اور اسلئے ظاہر ہے کہ جب قرآن کی بہت سی آیتوں کے مطالب کو سمجھنے کیلئے سطحی نظر ڈالنا کافی نہ ہوگی، تو ضرورت ہوگی، کہ اون کے سمجھنے کیلئے دوسرے علوم کو حاصل کیا جائے مثلاً لغت، صرف و نحو، معانی و بیان، علم کلام وغیرہ،[1]

اگر شہزادہ کے اس استدلال کو پیش نظر رکھا جائے، تو آج کل معانی و بیان وغیرہ کے علاوہ سائنس، ریاضی، نباتات، حیوانات، طبقات الارض، طبعیات، غرضکہ تمام علوم عقلیہ کا سیکھنا، ان مشتبہ المراد آیات کے صحیح مطالب کو سمجھنے میں مفید ہو سکتا ہے،

قرآن و حدیث کی ان کھلی ہوئی شہادتوں کے مقابلہ میں یہ حقیقت بالکل آشکارا ہو جاتی ہے، کہ اسلام نے صراحۃً و کنایۃً تمام علوم عقلیہ کے سیکھنے کی ترغیب دی ہے، اور ان علوم کو وحدت الٰہی کے ثبوت کا، نیز انسان کی لطافت باطنی اور نظافت اخلاقی کے حصول کا قوی ذریعہ بتایا ہے، اسی بنا پر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، کہ وحدانیت پر ایمان لانیکے لئے اطمینان عقلی کی سخت ضرورت ہے، صرف اعتقادی اطمینان ناکافی ہے،[2]

کیا علوم عقلی سے بد دینی پیدا ہوتی ہے؟

بعض صاحبوں کا یہ خیال ہے، کہ علوم عقلیہ کی تحصیل سے لوگوں میں الحاد اور بد دینی پیدا ہوتی ہے، آپ ایک ایک عقلی علم کے مسائل پر غور کریں، معلوم ہوگا کہ اُن میں سے کسی میں بھی الحاد و بد دینی کی دعوت نہیں بلکہ آگے بڑھکر یہ دعویٰ کیا جا سکتا ہے، کہ دنیا کا کوئی علم بھی ایسا نہیں جو موصل الی اللہ نہ ہو، ناممکن ہے کہ آپ طبقات الارض، حیوانات، نباتات، ادویہ، غرضکہ کسی علم کی تحقیقات شروع کریں، اور آپ کے دماغ سے توہم کیشی، اور باطل پرستی

[1] تفسیر کبیر جلد ۳ ص ۸ [2] تفسیر کبیر جلد ۲ صفحہ ۵۶

کے تمام پردے ایک ایک کرکے فنا نہ ہوتے جائیں، اور یہ عجائب و غرائب حقائق آپکو ایک مافوق قادر ہستی کے تسلیم کرلینے کی طرف مائل نہ کریں،

یہ ممکن ہے کہ کسی علم کی تحقیق ہم کو رسولوں کی رسالت حشر و نشر اور ملائکہ کا قائل نہ کرائے، لیکن یہ قطعاً ناممکن ہے کہ علمی انہماک کے بعد کوئی انسان شرک کا قائل رہ سکے، یہی وجہ ہے کہ علوم کی جگمگاتی ہوئی کرنوں سے خیرہ چشم ہو کر ہندوؤں نے بتوں کی پرستش کو ایک قبیح ترین فعل سمجھکر آریہ مذہب کی بنیادیں استوار کیں، عیسائیوں نے تثلیث کو توحید کا مترادف سمجھا، اور تعلیم یافتہ متعصب المزاج سناتن دھرمی بھی یہ کہنے لگے، کہ خدا تو ایک ہی ہے لیکن بت صرف اس کا مظہر ہیں، گویا جسطرح درخت، پہاڑ، چشمہ، سبزہ زار اور صحرا کے اندر خدا کا جلوہ نظر آتا ہے، اسی طرح بعض تصورات کے ماتحت ہم ان پتھر کی بے جان تصویروں کو دیکھ کر خدا کی طرف مائل ہو جاتے ہیں، غرضکہ علوم کی روشنی میں یہ ناممکن ہے، کہ انسان توحید کا قائل نہ ہو، ہاں یہ بھی ہو سکتا ہے، کہ ایک فلاسفر یا سائنسدان خدا کے وجود ہی سے انکار کردے، لیکن یہ کسی حیثیت سے ممکن نہیں ہے، کہ وہ تعدد الٰہ کا قائل ہو جائے، یہی وجہ ہے، کہ قرآن نے توحید پر ایمان لانے کیلئے صرف تقلید کو کافی نہیں سمجھا ہے، اس لئے کہ بقول علامہ نیشاپوری دلیل کے بعد جو ایمان ہوتا ہے، وہ اس ایمان سے کہیں زیادہ قوی ہوتا ہے، جو دلیل سے پہلے ہوتا ہے،[1]

پھر اگر عقل کو اتنی غیر معمولی اہمیت دینا مقصود نہ ہوتا، تو اسلام کا متحدی بہ اور عقلی معجزہ قرآن پاک کے بجائے چاند کا پھٹ جانا، سمندر کا خشک ہو جانا، مردہ کا زندہ کرنا وغیرہ کا کوئی خارق عادت قرار دیا جاتا، لیکن اسلام نے ایسا نہیں کیا، بلکہ کفار کے جواب میں صاف کہا،

"بلاشبہ آسمانوں اور زمین کی تخلیق میں، اور رات اور دن کے یکے بعد دیگرے آنے میں اہل عقل کیلئے بہت سے دلائل پنہاں ہیں،" (پارہ ۴ - سورۂ آل عمران، رکوع ۲۰، آیت ۱۰۹)

[1] غرائب الفرقان جلد ۱ صفحہ ۲۶

ترکوں کی تعلیمی حالت،

از جناب عبدالماجد صاحب، مختصر نویس، محکمہ تعلیم، پنجاب،

یہ مضمون سر فلپ ہرٹوگ (Sir Philif Hartag) کے مرتبہ رسالہ میں شائع ہوا ہے، موصوف پہلے کلکتہ یونیورسٹی کمیشن کے ممبر تھے، پھر ڈھاکہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر ہوئے، بعد ازاں پبلک سروس کمیشن کے رکن مقرر ہوئے، اسی دوران میں وہ علی گڈھ یونیورسٹی کمیشن کے رکن بنے، اور سب سے آخر میں ہرٹوگ کمیٹی کے صدر رہے تھے جس نے سائمن کمیشن کے ماتحت ہندوستان کے موجودہ نظام تعلیم کی تحقیقات کی تھی، ۱۹۳۱ء میں وہ کنارہ کش ہو کر ولایت گئے تو ۱۹۳۲ء سے اپنی ادارت میں ایک سالانہ تعلیمی روداد Education year Book نکالنا شروع کیا ہے، اس میں دنیا کے اکثر ممالک کی تعلیمی حالت پر مختلف ماہرین تعلیم نہایت شرح و بسط کیساتھ اظہار خیالات کرتے ہیں، یہ قابل قدر مجموعۂ مضامین برطانیہ کی وزارت تعلیم کے زیر سایہ شائع ہوتا ہے، اور اس کی قیمت تقریباً ۳۵ یا ۳۶ روپے ہوتی ہے،

اس مجموعہ میں ایک ترک اہل قلم "محمد احسان بے" نے جو وزارت تعلیم قسطنطنیہ میں قومی تعلیم کے ڈائرکٹر ہیں، ترکوں کی تعلیمی حالت پر ابتدائے حکومت سے قیام جمہوریہ کے بعد تک کسی قدر مفصل مضمون لکھا ہے،

ترکوں کے متعلق ہمارے ذرائع معلومات اس قدر کم ہیں کہ ان کے متعلق اگر کوئی اچھی چیز ہاتھ آجائے تو اس کو غنیمت سمجھنا چاہئے، اسی خیال سے اس کا ملخص ترجمہ پیش ہے،

"عبدالماجد"

۱- قدیم تعلیمی حالات

زمانہ قبل از تنظیم تا ۱۸۳۹ء

۱۸۳۹ء کے دستوری فرمان کے اجراء سے قبل ٹرکی میں تعلیم مذہبی مکاتب اور درسگاہوں کے ذریعہ دی جاتی تھی، ان مدارس کو مسجدوں میں مخیر حضرات نے قائم کیا تھا، یہ محکمۂ اوقاف کی سرپرستی میں جاری تھے، ان میں بچوں کو قرآن پڑھایا جاتا، ترکی زبان کے پڑھنے اور لکھنے پر بہت کم توجہ دیجاتی تھی،

ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے لئے اعلیٰ مدارس بھی تھے، اُن میں جو قابل ذکر مضامین پڑھائے جاتے تھے، وہ عربی صرف ونحو، خطابت، منطق، تصوف، دینیات، علوم متعلقہ قرآن وحدیث اور فقہ تھے، کبھی کبھی علم ہندسہ اور طب بھی نصاب میں داخل کر لئے جاتے تھے، اکثر کتابوں کی تعلیم عربی زبان میں ہوتی تھی، ترکی زبان، صرف ونحو اور علم ادب نصاب سے بالکل خارج تھے، اعلیٰ جماعتوں کے فارغ التحصیل طلبہ ثانوی مدارس کے مدرس یا مسجدوں کے پیش امام بنتے تھے، اونچی جماعتوں کے تعلیم یافتہ افتاء وقضاء کے منصب پر سرفراز ہوتے،

یہ اعلیٰ مدارس صرف قسطنطنیہ میں تھے، دوسرے شہروں میں معمولی قسم کے مدرسے قائم تھے، ان کے طلبہ کے قیام وطعام کے اخراجات محکمۂ اوقاف کے ذمے تھے، ۱۹۰۸ء کے اعلان دستور تک بھی یہ مدارس بالآخر اپنے پرانے نصاب تعلیم اور قدیم طریقہائے تعلیم پر قانع رہے، ۱۹۱۰ء کے بعد نئے مضامین مثلاً تاریخ، جغرافیہ، ریاضی اور فنون کو داخل نصاب کرنے کی کوششیں کیگئیں، مگر یہ کوششیں ان مدارس کے پرانے تعلیمی خصائص میں کوئی نمایاں تغیر نہ پیدا کر سکیں،

۱۸۳۹ء کے فرمان سے پہلے قسطنطنیہ میں طوبقاپو کے محل میں ایک خاص مدرسہ تھا، جہاں طلبہ کو سائنس کے بعض شعبوں کی تعلیم دیجاتی تھی، اس کے ساتھ ان کو محل کے مختلف فرائض اور دوسرے سرکاری مناصب کی بجاآوری کے لئے تیار کیا جاتا تھا، اٹھارہویں صدی کے اواخر میں جبکہ فوجی تنظیم پیش نظر تھی تو ۱۷۹۵ء میں دو مدارس ایک بحری اور دوسرا انجنیرنگ قائم ہوئے، ۱۸۰۸ء میں فوجی اصلاحات ترک کردی گئیں، مگر ان مدارس کو جوں کا توں رہنے دیا گیا، دور اصلاح کے آغاز میں جس کی ابتدا انکچری (جان نثار) فوج کی تباہی (۱۸۲۶ء) سے ہوئی، دو نئے مدارس قائم

ہوئے (۱) مدرسۂ طب ۱۸۲۶ء میں اور دوسرا مدرسۂ حربیہ ۱۸۳۴ء میں، دانشا کے پروفیسر برنار کو خاص طور پر بلا کر مدرسۂ طب کا افسر اعلیٰ مقرر کیا گیا، اس مدرسے میں ۱۸۷۰ء تک فرنچ زبان ذریعۂ تعلیم تھی، مگر بعد میں اس کی جگہ ترکی زبان نے لے لی، ان مدارس کے فضلاء نے فنون اور سائنس پر متعدد تصنیفات شائع کیں جو بالآخر ان مدارس کے نصابِ تعلیم میں داخل ہوئیں، جو ۱۸۳۹ء کے زمان کے ماتحت تیار کئے گئے تھے،

تنظیم سے عہد دستور (۱۸۳۹ء – ۱۹۰۸ء) تک

۱۸۳۹ء کے منشور کے اعلان کے بعد ۱۸۴۶ء میں ایک کمیشن کا تقرر ہوا، جس نے ابتدائی مدارس، اعلیٰ مدارس اور ایک دار العلوم (یونیورسٹی) کے قیام کی سفارش کی، پرانے ابتدائی مدارس کی اصلاح کی گئی، اور ان طلبہ کے لئے جنھوں نے ابتدائی مدارس کا چار سالہ نصابِ تعلیم پورا کیا تھا اعلیٰ مدارس قائم کئے گئے، ان اعلیٰ مدارس کی تعلیمی سطح موجودہ زمانے کے مدارس سے کمتر تھی، تاہم وہ کسی حد تک ثانوی تعلیم بہم پہنچاتے تھے، ترکی زبان، تاریخ یا جغرافیہ پر بہت کم وقت صرف کیا جاتا تھا، علوم قرآنیہ، دینیات، عربی صرف و نحو، منطق اور فارسی زبان کو اہم مضامین کی حیثیت حاصل رہی، ۱۸۴۶ء میں ایک تعلیمی کمیشن نئے مدارس کی نگرانی کے لئے مقرر ہوا، اور ۱۸۵۷ء میں پہلی مرتبہ ایک مستقل وزارتِ تعلیم قائم ہوئی، ۱۸۴۸ء میں قسطنطنیہ میں اعلیٰ مدارس کے اساتذہ کے لئے ایک ٹریننگ کالج کی بنیاد پڑی، فوجی مدارس جو قسطنطنیہ کے اعلیٰ مدرسۂ حربیہ کے لئے طلبا مہیا کرتے تھے، اہم مراکز میں کھولے گئے، لڑکیوں کے لئے سب سے پہلا اعلیٰ مدرسہ (ہائی اسکول) قسطنطنیہ میں ۱۸۶۱ء میں قائم ہوا، بعد ازاں دوسرے صوبوں میں بھی اس قسم کے مدارس معرضِ وجود میں آئے، اور ۱۸۷۰ء میں اعلیٰ مدارس کی معلمات کے لئے ایک ٹریننگ کالج بھی کھولا گیا،

اس اثنا میں بعض دیگر محرکات بھی تعلیمی ترقی کا باعث ہوئے، ترکی صحافت نے شناسی (۱۸۲۵–۷۱) کی رہنمائی میں بہت ترقی کر لی تھی، جس کے اخبار "تصویرِ افکار" نے جو ۱۸۶۲ء میں جاری ہوا تھا، نئی نسل کے روشن خیال بنانے میں بڑا حصہ لیا، ۱۸۵۱ء میں ایک مجلس سائنس پر کتابیں شائع کرنے کے لئے بنائی گئی، عثمانی مجلس سائنس (سائنٹفک سوسائٹی) نے جس کی بنا ۱۸۶۲ء میں رکھی گئی تھی ایک رسالہ "فنون" (آرٹس جرنل) شائع کرنا شروع کیا اور اپنے مستقر پر عام تقریروں کا انتظام کیا، نامور محب وطن مصنف (نامق کمال) نے جو تحریک "نوجوان ترک" (۱۸۴۰–۸۸)

کا بانی تھا، شناسی مرحوم کے کام کو جاری رکھا، اس کے اخبار کا نام "آزادی" تھا جس کو وہ اور ضیا پاشا ترکی سے جلاوطنی کے بعد (۱۸۶۷) لندن سے نکالتے تھے،

۱۸۶۸ء میں فرانسیسیوں کی حوصلہ افزائی سے غلطہ سرائے کا مدرسہ قائم ہوا، اس مدرسے میں جو اب تک موجود ہے عام طور پر فرانسیسی معلم تھے جو فرنچ زبان کے ذریعہ تعلیم دیتے تھے، ۱۸۶۹ء میں تعلیم کے متعلق پہلے قانون کا اعلان ہوا، لیکن اس کے بہت سے پہلو بشمول جبری تعلیم زیادہ تر جسدِ بے روح ثابت ہوئے، اسی قرن میں اعلیٰ تعلیم کے لئے دو مشہور امریکن کالجوں کی بنیاد رکھی گئی، (۱) قسطنطنیہ کا رابرٹ کالج (۱۸۶۳ء) اور (۲) بیروت کی امریکن یونیورسٹی (کلیہ سوریہ) (۱۸۶۴ء)

سلطان عبد الحمید کے عہدِ حکومت (۱۸۷۶–۱۹۰۹) میں تعلیمی ترقی کے متعلق جو کچھ ہوا اسکی تفصیل ذیل میں ہے:

(۱) مکتب سلطانیہ (سول سروس کالج) کا قیام (۱۸۷۶ء) (۲) بعض صوبوں میں ہفت سالہ مدتِ تعلیم کیلئے چھوٹے شہروں میں اسکولوں کا قیام مع بورڈنگ کے (۳) پنج سالہ مدتِ تعلیم کے مدارس کا قیام (۴) بعض صوبوں میں زراعت اور دستکاری کے مدرسوں کا قیام،

ہفت سالہ اور پنج سالہ مدتِ تعلیم کے مدارس میں جو تعلیم دی جاتی تھی وہ اعلیٰ مدارس کی تعلیم تک پہنچاتی تھی، ۱۹۰۰ء میں قسطنطنیہ میں ایک دار العلوم (یونیورسٹی) کی بنیاد رکھی گئی جس میں آداب، فنون، اور دینیات کے شعبے تھے، مگر سلطان عبد الحمید کے استبدادِ حکومت نے تمام تعلیمی سرگرمیوں کو معطل کر دیا، ہائی اسکولوں کے دستور العمل میں جو ۱۸۹۳ء میں شائع ہوا، تاریخ اور آداب کی تعلیم پر متعدد پابندیاں عائد کی گئیں، اور جمہوریت، دستوری حکومت کی جزئیات، حریت، وغیرہ جیسے مباحث کی تعلیم کی ممانعت کی گئی، اور زیادہ وقت دینیات اور عربی اور فارسی کی تعلیم پر صرف کرنے کا حکم دیا گیا،

دستوری حکومت سے اعلان جمہوریت تک ۱۹۰۸ء – ۱۹۲۳ء

دستوری حکومت کے عہد میں جو نمایاں تعلیمی ترقیاں ہوئیں وہ حسب ذیل تھیں:-

(۱) معلمین کے مدارس کی اصلاح، علم النفس (PSYCHOLOGY) اور معلمی جیسے

مضامین داخلِ نصاب کئے گئے، اور کالجوں کے ساتھ تشقیہ مدارس قائم کئے گئے، جہاں طلبہ تعلیم کے نئے طریقوں کی مشق کر سکتے تھے، (۲) مکاتب اعدادیہ کی ازسرِ نو تنظیم ۱۹۱۰ء کے پروگرام میں جبریہ حاضری کی مدت چھ سال کر دی گئی، ناقص مدارس بند کر دیئے گئے، دیہاتی اسباق، اسباق اشیاء، دستکاری، ڈرائنگ، موسیقی اور ورزش کے مضامین داخلِ نصاب ہوئے اور تاریخ اور جغرافیہ کی تعلیم میں توسیع کی گئی، عربی اور فارسی زبانیں جنکو پرانے نصابِ تعلیم میں غلبہ حاصل تھا، خارج از نصاب کر دی گئیں، البتہ علوم قرآن اور دینیات کی تعلیم کو پہلی جیسی اہمیت حاصل رہی،

۳- ۱۹۱۳ء میں ابتدائی تعلیم کا قانون نافذ ہوا، اس قانون کے مطابق ابتدائی مدارس کے اخراجات صوبوں میں خاص مجالس کے ذمہ ڈالے گئے، مدارس معلمین کے اخراجات کی ذمہ داری بھی خاص مجالس پر عائد کی گئی،

۴- ہفت سالہ مدت تعلیم کے مدارس کا بند کرنا اور ان کی جگہ نئے مدارس کا قیام جنمیں پنج سالہ ابتدائی تعلیم کے بعد ہفت سالہ مسلسل تعلیم کا انتظام تھا، مدتِ تعلیم دو حصوں میں منقسم تھی، چار سال اور تین سال، نئے مدارس بہت کامیاب ثابت ہوئے، کیونکہ ان کا نصاب موجودہ زمانہ کی ضروریات کا حامل تھا، اس سے قبل غیر ملکی زبانوں میں صرف فرانسیسی زبان کی تعلیم ہائی اسکولوں میں ہوتی تھی، اب اس کے ساتھ انگریزی اور جرمن زبانوں کا اضافہ ہوا، لڑکیوں کے لئے پہلے مدارس ۱۹۱۳ء میں کھولے گئے، ان اسکولوں میں یورپین استانیوں کا اضافہ کیا گیا،

۵- دار العلوم (یونیورسٹی) کی ازسرِ نو تنظیم کی گئی، (اسکا ذکر آگے آئیگا)

۲- موجودہ تعلیمی حالات

۲۹ اکتوبر ۱۹۲۳ء کے اعلان جمہوریت سے قبل کی تعلیمی حالت

عارضی حکومت نے جو مجلس ملیہ عالیہ کی قائم کردہ تھی، تعلیم جیسے ضروری امر کو فراموش نہیں کیا تھا، جنگِ آزادی کے دوران میں ایک نہایت نازک موقع پر جبکہ حکومت قسطنطنیہ کے ساتھ تمام تعلقات منقطع ہو چکے تھے، مدارس کے معلمین کی ایک کانفرنس بمقام انگورہ منعقد کی جا رہی تھی، اور لوزان کی مجلس صلح کے انعقاد کے ساتھ ساتھ انگورہ میں ایک خاص تعلیمی مجلس مصروفِ کار تھی،

جمہوریت کے بعد قدیم مدرسوں کی تنسیخ

جمہوری حکومت کا سب سے پہلا تعلیمی کام مذہبی مدرسوں کا بند کرنا تھا، یہ تنسیخ از روئے قانون تعلیم عامہ (۳ مارچ ۱۹۲۴ء کو) عمل میں آئی، یہ قانون جو تنسیخِ خلافت اور آل عثمان کے شاہی خاندان کے افراد کی جلا وطنی کے ساتھ ہی نفاذ پذیر ہوا ترکی تعلیم کی تاریخ میں یادگار رہیگا، ۱۸۳۹ء سے ۱۹۲۳ء تک باوجودیکہ بہت سے نئے مدرسے کھولے گئے تھے، مگر پرانے مذہبی مدرسے اپنے پرانے طریقے پر جاری تھے، تحریکِ اصلاح کے پیشرو علمبردار پرانی تعلیم کی اصلاح کی جرأت نہ کر سکے تھے، جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ جہاں نئے مدارس سے ایک نئی روشن خیال نسل ملک میں پیدا ہو رہی تھی، دوسری طرف پرانے مدرسے ایک مختلف گروہ کو از منۂ متوسطہ کے خیالات کے سانچے میں ڈھال رہے تھے، بنا بریں ترکی قوم دو متخالف گروہوں پر مشتمل ہو رہی تھی اور ان دونوں کی زندگی کے ہر شعبے میں بعد المشرقین تھا، جمہوری حکومت جو نئے اصولوں پر کام کر رہی تھی اس اختلاف کو برداشت نہ کر سکی، غازی مصطفےٰ کمال پاشا صدر جمہوریہ ترکیہ نے اپنی ابتدائی تقریروں میں ایک متحدہ نظامِ تعلیم کی ضرورت پر زور دیا تھا، پھر مذہبی مدارس کے منسوخ کرنے کا اعلان کیا،

لاطینی رسم الخط

دوسرا اہم قدم جو اس بارے میں اٹھایا گیا وہ عربی رسم الخط کی تنسیخ ہے، یہ یکم نومبر ۱۹۲۸ء کے قانون کے ماتحت عمل میں آئی اور اس کی جگہ لاطینی رسم الخط جاری کیا گیا، عربی حروف گو ترکی زبان کے لکھنے کے لئے ایک ہزار برس سے رائج تھے، تاہم اس غرض کے لئے موزوں نہیں تھے، عربی حروف میں لکھا ہوا لفظ ایک سے زیادہ تلفظ کے ساتھ ادا ہو سکتا تھا اور اس لئے پڑھنے اور لکھنے میں بڑی دقت پیش آتی تھی، غازی مصطفےٰ کمال پاشا نے لاطینی رسم الخط اختیار کر کے ترکی زبان کے لئے آسان ترین اور موزوں ترین حروف بہم پہنچائے، بالغوں کو نئے حروفِ ابجد سکھانے کے لئے تمام سرکاری دفاتر اور مدارس میں خاص اہتمام کیا گیا، اور صدر جمہوریہ نے اپنے ایک دورے میں لوگوں کو نئے حروفِ ابجد خود سکھائے، چنانچہ آج یہ نئے حروفِ ابجد تمام مدارس میں تصنیفات میں اور خط و کتابت میں رائج ہیں۔

تعلیم کا نظام

وزارتِ تعلیم تین شعبوں میں منقسم ہے، ابتدائی، ثانوی اور اعلیٰ اور فنی، علاوہ ازیں اور نظارتیں

بھی ہیں، جو عجائب خانوں، کتب خانوں اعداد و شمار، حساب اور ضروریاتِ مدارس کا اہتمام کرتی ہیں، قومی تعلیم کیلئے ایک مجلس بھی ہے جو ایک صدر اور پانچ ارکان پر مشتمل ہے، اور جس کے فرائض اسکولوں کے لئے نظام الاوقات اور ضوابط کا وضع کرنا، طرقِ تعلیم کے متعلق تحقیق و تدقیق، کتبِ نصاب اور رسائل کی اشاعت ہیں، اس کے علاوہ یہ مجلس وزارتِ تعلیم کیلئے مشاورت کے فرائض بھی انجام دیتی ہے، مجلس مذکور الصدر کے ساتھ ایک دوسری نظامت بھی ہے جو تصنیفات کا انتظام کرتی ہے، اور ایک انسپکٹروں کی جماعت ہے جس میں ایک صدر اور ۱۲۰ اعلیٰ انسپکٹر ہیں، اس کے ماسوا ایک محکمہ تعمیرات ہے، ملکی انتظام کے لحاظ سے ترکی قلمرو ۶۳ صوبوں میں منقسم ہے، اور ہر ایک صوبے میں تعلیم کا ایک افسرِ اعلیٰ ہے، چھوٹے چھوٹے علاقوں میں معمولی افسرانِ تعلیم ہیں، یہ عام طور پر صدر مدرس ہوتے ہیں اور اپنے زیر اثر علاقوں میں ابتدائی مدارس کا معائنہ کرتے ہیں، یہ افسران صوبے کے اعلیٰ افسرِ تعلیم کے ماتحت ہوتے ہیں،

ابتدائی تعلیم ابتدائی تعلیم جبری ہے، اور سرکاری مدارس میں مفت دی جاتی ہے، ابتدائی جبری تعلیم کی مدت پانچ سال ہے، ابتدائی تعلیم کے نصاب کی اصلاح کر دی گئی ہے، اور اس کو موجودہ ضروریات اور خیالات کے قالب میں ڈھال دیا گیا ہے، یہ قانون ۱۹۲۶ء میں نافذ کیا گیا تھا، اس کا نظام الاقات درج ذیل ہے،

سرکاری دستور العمل میں مدرس کی توجہ خاص طور پر اس طرف منعطف کرائی جاتی ہے کہ وہ بچوں میں مستعدی اور تدبر پیدا کرے، ان کو نیک خصائل سکھائے اور ان میں اچھے شہری بننے کی صلاحیت پیدا کرے، ابتدا میں بچوں کو ان مضامین کی تعلیم خاص طور پر دی جاتی ہے، جن سے ان کو قدرتی مناسبت ہو، اور جو کچھ وہ اسکول میں سیکھتے یا پڑھتے ہیں، اس کا عملی مشاہدہ دیہات میں سیر کرکے کرتے ہیں، لڑکوں اور لڑکیوں کو یکجا تعلیم دیجاتی ہے، ابتدائی تعلیم کی کفالت ایک خاص مجلس کے متعلق ہے جو ہر ایک صوبے میں ہے، طلبہ کی تعداد جو ۱۹۲۳ء میں ۳۴۲،۴۳۸ تھی اب ۳۰۵۰۷ ۴ ہے، جن میں سے ۲۹۴۰۴۹ لڑکے ہیں، اور ۵۲۱۴۴ لڑکیاں، بعض مقامات کے مدرسوں میں بچے آدھے دن تک پڑھائے جاتے ہیں، نصف اول میں ایک جماعت پڑھتی ہے، پھر نصف ثانی میں دوسری جماعت، اس طرح بچوں کی زیادہ تعداد پڑھائی جاتی ہے،

درس کا نقشہ

ابتدائی مدارس کا ہفتہ وار نظام الاوقات

مضمون	پہلی جماعت	دوسری جماعت	تیسری جماعت	چوتھی جماعت	پانچویں جماعت
	گھنٹے	گھنٹے	گھنٹے	گھنٹے	گھنٹے
ابجد خوانی	۱۰	۰	۰	۰	۰
پڑھائی	۰	۴	۴	۳	۳
املا	۰	۲	۲	۱	۱
جواب مضمون	۰	۲	۲	۲	۲
صرف و نحو	۰	۰	۰	۱	۱
لکھائی	۰	۲	۲	۱	۱
معاشرتی تعلیم	۴	۴	۴	۰	۰
تاریخ	۰	۰	۰	۲	۲
جغرافیہ	۰	۰	۰	۲	۲
حساب	۴	۴	۵	۵	۵
اسباق مطالعۂ قدرت	۰	۰	۰	۲	۲
سبق مطالعۂ اشیاء	۰	۰	۰	۰	۲
شہریات	۰	۰	۰	۲	۱
ڈرائنگ و دستکاری	۰	۰	۰	۲	۲
موسیقی	۲	۲	۱	۱	۱

ورزش	۲	۲	۲	۲	۱
	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶	۲۶
امور خانہ داری (لڑکیوں کیلئے)		۰	۰	۱	۱
سلائی	۰	۰	۰	۱	۱

دیہاتی مدارس ترکی میں دیہات دور دور واقع ہیں اور کم آباد ہیں، ملکی قانون کے مطابق دیہاتی مدارس کی عمارت کی تعمیر کا بوجھ دیہاتیوں پر ہے، مگر تجربے نے ثابت کیا ہے کہ عام طور پر دیہاتوں کے لئے خود مدرسہ تعمیر کرنا اس کے لئے ایک قابل مدرس مہیا کرنا سخت مشکل ہے، ایسی حالتوں میں کئی دیہات لیکر ایک مناسب مرکز پر مدرسہ تعمیر کر لیتے ہیں، جہاں بچے بورڈنگ ہوس (دار الاقامہ) میں رکھے جاتے ہیں، جہاں جہاں سڑکیں اچھی حالت میں ہیں بچوں کو ہر روز اسکول پہنچایا اور واپس لایا جاتا ہے بعض علاقوں میں سفری مدرس مقرر ہیں، ہر علاقے کو پورا اختیار ہے کہ جس انتظام کو اپنے حسب حال سمجھے اختیار کرے،

ابتدائی مدارس کے مدرس حکومت جمہوریہ نے معلمین کے مدارس کی طرف خاص توجہ مبذول کی ہے، ان کے اخراجات کی کفالت خاص مجالس سے ہٹا کر ملک کے بیزانیہ پر ڈال دی گئی ہے ۱۹۲۳ء سے دس نئے ٹرینگ کالج تعمیر کئے گئے ہیں، جنمیں سے دو دیہاتی مدرسوں کے لئے ہیں، ایک کنڈرگارٹن کے لئے، ایک موسیقی کے لئے، ایک ورزش کے لئے، ان کالجوں کی کل تعداد اب ۲۴ ہے جنمیں سے ۱۵ لڑکوں کے لئے اور ۹ لڑکیوں کے لئے ہیں، تمام کالجوں میں مفت تعلیم دیتے ہیں، مدت تعلیم پانچ سال ہے، طلبہ ابتدائی تعلیم مکمل کرنے کے بعد داخل کئے جاتے ہیں، ہر ایک طالب علم سے داخل ہوتے وقت ایک معاہدہ پر دستخط کرائے جاتے ہیں، جس مین ایک لازمی شرط یہ ہوتی ہے کہ ہشت سالہ تعلیم پوری کرنے کے بعد وہ بطور مدرس کسی ایک مدرسہ میں حسب ارشاد وزارت تعلیم آٹھ سال تک کام کریگا، انگورہ میں غیر ملکی ماہرین تعلیم نے نئے طریقہ ہائے تعلیم، ڈرائنگ اور دستکاری کے متعلق نئے نصاب تیار کئے ہیں،

ٹرینگ کالجوں میں طلبا کی تعداد جو ۱۹۲۳ء میں ۲۴۷۰ تھی اب ۵۶۴۵ ہے ۳۱۰۹ مرد اور ۲۵۳۶ عورتیں ۱۹۲۳ء مین ۱۹۷۶۲ ابتدائی اسکولوں کے مدرسین میں سے تقریباً ایک تہائی ٹرینگ کالجوں کے سند یافتہ تھے، آج ۱۳۰۰۰ ایسے مدرسین میں سے نصف سے زیادہ کالجون کے سند یافتہ ہین اور باقی یا تو ہائی اسکولوں کے سند یافتہ ہیں، یا ہائی اسکولون کے سند یافتہ اساتذہ کے مستند تلامذہ ہین،

انگورہ کے "غازی ٹرینگ کالج" میں ابتدائی مدارس کے لئے انسپکٹر تیار کرنے کے لئے ایک خاص شعبہ قائم کیا گیا ہے، اس غرض سے ہر سال طلبہ مغربی ممالک کو بھیجے جاتے ہیں، موجودہ انسپکٹروں کے لئے خاص لکچروں کا سلسلہ قائم ہے، ہر ایک ضلع میں ماہرین تعلیم سے نئے طریقہ ہائے تعلیم پر ابتدائی اسکولوں کے مدرسین کے لئے لکچر دلانے کا انتظام ہے،

ابتدائی اسکول کے مدرس کی تنخواہ ۵۲ ترکی پونڈ ماہوار سے شروع ہو کر ۲۵ سالہ مدت ملازمت میں ۱۶۵ ترکی پونڈ ماہوار تک بڑھتی ہے،

ثانوی تعلیم ثانوی تعلیم کی مدت چھ سال ہے، تین سال ادنیٰ ہائی اسکول میں اور تین سال اعلیٰ ہائی اسکول مین، یہ تعلیم پنج سالہ ابتدائی تعلیم کے معاً بعد شروع ہوتی ہے، کوئی طالب علم یونیورسٹی یا کالج میں داخل نہیں ہو سکتا جب تک اس کے پاس اعلیٰ ہائی اسکول کی سند نہ ہو، اعلیٰ ہائی اسکول کی آخری جماعت دو حصوں میں منقسم ہے، فنون اور ادب،

جب سے لاطینی رسم الخط کا رواج ہوا ہے، عربی اور فارسی زبانین قطعاً خارج از نصاب کر دی گئی ہیں، اور ان کی جگہ فرنچ اور جرمن زبانوں نے لے لی ہے، کیونکہ دو غیر ملکی زبانوں کی تعلیم لازمی ہے، تمام مذہبی مضامین بھی ترک کر دیئے گئے ہیں[1]

[1] فاضل مضمون نگار کا مفہوم مذہبی تعلیم کے متعلق کچھ بیان بر خبط ہو گیا ہے، آگے چل کر یہ معلوم ہوگا کہ دار العلوم کے شعبہ ہائے تعلیم میں دینیات کا شعبہ بھی شامل ہے، اور اس کے لئے اساتذہ بھی موجود ہیں، الہذا فاضل موصوف نے مدارس کے بیان میں مذہبی تعلیم کا ذکر کرنا

آج ترکی میں ۱۱۲ ادنیٰ اور ۲۳ اعلیٰ ہائی اسکول ہیں، ادنیٰ ہائی اسکولوں میں طلبہ کی تعداد جو ۱۹۲۳ء میں صرف ۸۰۹۰ تھی اب ۲۰۵۰۱ ہے جنمیں سے ۱۲۱۶۷ لڑکے ہیں اور ۸۳۳۴ لڑکیاں، اعلیٰ ہائی اسکولوں میں طلبہ کی تعداد ۱۹۲۳ء میں صرف ۱۲۴۱ تھی مگر اب ۲۸۷۶ ہے، ان میں سے لڑکے ۲۲۲۰ ہیں اور لڑکیاں ۶۵۶ (ان اعداد میں غیر سرکاری اور فوجی مدارس شامل نہیں ہیں)

ادنیٰ ہائی اسکولوں میں لڑکے اور لڑکیاں اکٹھے تعلیم پاتے ہیں لیکن بعض بڑے شہروں میں لڑکیوں کے لئے علحدہ ادنیٰ ہائی اسکول بھی ہیں، لیکن مشترکہ تعلیم کا طریقہ اعلیٰ ہائی اسکولوں میں رائج نہیں، ادنیٰ اور اعلیٰ ہائی اسکولوں میں ۴۴۸۴ طلبہ بورڈر ہیں جنمیں ۴۰۴ کو مفت خوراک ملتی ہے، اس رعایت کے حصول کے لئے طالب علم کا نادار ہونا اور ایک خاص امتحان پاس کرنا ضروری ہے، تمام غیر بورڈر طلبہ کو سب ادنیٰ اور اعلیٰ ہائی اسکولوں میں تعلیم بلا فیس دی جاتی ہے[1]،

ادنیٰ اور اعلیٰ ہائی اسکولوں میں ہفتہ وار درس کا نظام الاوقات

مضمون	ادنیٰ ہائی اسکول			اعلیٰ ہائی اسکول			
	پہلی جماعت	دوسری جماعت	تیسری جماعت	پہلی جماعت	دوسری جماعت	تیسری جماعت	چوتھی جماعت
	گھنٹے	گھنٹے	گھنٹے	گھنٹے	گھنٹے	گھنٹے	گھنٹے
ترکی زبان اور ادبیات	۷	۵	۴	۳	۳	۳	۵
تاریخ	۳	۲	۳	۲	۲	۲	۳
جغرافیہ	۳	۲	۱	۲	۲	۱	۱
تمدن	۰	۱	۱	۰	۰	۰	۰
فلسفہ اور اشتراکیت	۰	۰	۰	۰	۲	۳	۶
علم النفس	۰	۰	۰	۳	۰	۰	۰
علم الحیوانات	۲	۰	۰	۰	۰	۰	۰
علم النباتات	۰	۲	۰	۰	۰	۰	۰
علم طبقات الارض	۰	۰	۱	۰	۲	۰	۰
حفظان صحت	۰	۰	۳	۰	۰	۰	۰
علم الحیات	۰	۰	۰	۰	۰	۱	۱
فزکس	۰	۲½	۲½	۳	۲½	۲	۱
علم کیمیا	۰	۱½	۲½	۳	۲½	۲	۱
ریاضی	۵	۴	۴	۵	۴	۹	۲
غیر ملکی زبانیں	۵	۵	۵	۹	۱۰	۷	۱۰
ڈرائنگ	۲	۲	۱	۰	۰	۰	۰
موسیقی	۱	۱	۱	۰	۰	۰	۰
ورزش (لڑکیوں کیلئے)	۲	۲	۱	۱	۱	۱	۱
فوجی تعلیم (〃)	۱	۱	۱	۱	۱	۱	۱
بچوں کی نگہداشت (لڑکیوں کیلئے)	۰	۰	۱	۰	۰	۰	۰

حاشیہ صفحہ ۳۴: [illegible] بھول گئے ہیں یہ صاف ظاہر ہے کہ جب دار العلوم میں عملی مذہبی تعلیم دیجاتی ہو تو اسکی ابتدائی و ثانوی تعلیم [illegible] موجودہ زمانہ کی ضروریات کے مطابق کوئی خاص مدرسہ یا کالج ہو، میں اسکے بارے میں ان سے خط و کتابت کر رہا ہوں، "عبد الماجد"

[1] یعنی نفس تعلیم کی کوئی فیس نہیں، دار الاقامہ کے مقیم طلبہ سے قیام و طعام کی فیس لیجاتی ہے،

امورِ خانہ داری (لڑکیوں کیلئے)	٠	٠	١	٠	٠	٠	٠
سلائی، (ر ر)	٢	٣	٠	٠	٠	٠	٠
	٣٢	٣٢	٣٢	٣٢	٣٢	٣٢	٣٢

مدارس کی زندگی پچھلے چند سالوں میں مدارس کی زندگی میں بھی عظیم الشان انقلاب ہوا ہے، پہلے بچوں کو صرف کتابی علم کی تعلیم دیجاتی تھی، نظم وضبط میں سخت گیری زیادہ تھی اور اُن کے قوار کو نشو ونما کا بہت کم موقع ملتا تھا، اب تعلیم زیادہ تر قدرتی طریق پر دی جاتی ہے اور مدعا یہ ہے کہ ہر ایک اسکول ایک زندہ قوم کا نمونہ ہو، ہائی اسکولوں اور ٹریننگ کالجوں میں طلبہ بڑی حد تک خود اسکول کی زندگی کے ذمہ دار ہیں، اور اس طرح ان میں حکومت کرنے کی استعداد پیدا ہوتی ہے، ثانوی اسکولوں مین حفظانِ صحت کے مقابلے، امداد باہمی، غریب طلبہ کی امداد، طلبہ کے سفرِ علمی، موسیقی، تھیٹر، مناظرانہ مجالس، اسکول کے رسائل، اور کھیلوں کے انتظامات خاص طور پر کئے جاتے ہیں، حال کے تعمیر شدہ مدرسوں میں جہانتک ممکن ہے عام تقریروں، معملون (LABOYATORIES) کارخانوں، جماعتی کتب خانوں، اسکول کے کتب خانوں اور عجائب خانوں کے لئے علٰحدہ کمروں کا عمدہ انتظام ہے، گذشتہ چند سالوں میں کھیلوں میں بہت ترقی ہوئی ہے، ۱۹۰۸ء سے قبل اسکولوں میں ورزش کا نام تک نہ تھا اور لڑکوں کو وقفہ میں کھیلنے تک کی اجازت نہ تھی، اب تمام اسکولوں میں نئے طریقوں کی ورزشیں اور بچوں کی عمر کے مطابق کھیلوں کا باضابطہ انتظام ہے،

ثانوی اسکولوں کے مدرس اعلیٰ اسکولوں کے مدرس قسطنطنیہ کے ٹریننگ کالج کے تعلیم یافتہ ہوتے ہیں، عام تعلیم کے لئے طلبہ یونیورسٹی میں فنون اور ادبیات پر لکچر سنتے ہیں، خاص مضامین کے لئے وہ اپنے کالجوں میں فلسفہ، فنِ معلمی، تدریس کے عملی طریقوں اور غیر ملکی زبانوں کے مضامین کے لکچروں میں حاضر ہوتے ہیں، اعلیٰ ہائی اسکولوں کے دیگر مدرسین مغربی یونیورسٹیوں کے ترک تعلیم یافتہ ہوتے ہیں، انگورہ کے غازی ٹریننگ کالج میں ادنیٰ ہائی اسکولوں کے لئے ایک خاص ٹریننگ اسکول ہے، جہیں ترکی زبان، حساب، فنون، تاریخ، جغرافیہ اور پڑھانے کی عملی تعلیم کے مضامین کی تعلیم

دی جاتی ہے،

ثانوی اسکول کے مدرس کی ابتدائی تنخواہ ۷۵ ترکی پونڈ ماہوار ہے جو ۲۵ سالہ ملازمت میں ۲۰۰ ترکی پونڈ تک جاتی ہے،

اسکولوں کی عمارات اور کتب نصاب اسکولوں کے لئے نئی عمارتوں کی تعمیر ایک اہم مسئلہ ہے، اس معاملے میں وزارتِ تعلیم نے یورپین ماہرینِ تعلیم سے مشورہ لیا ہے، جنھوں نے ملک کے مختلف حصوں کا دورہ کرکے ہر علاقے کے حسب حال جہاں جیسا عمارتی سامان مہیا ہو سکتا ہو، تجاویز مرتب کی ہیں، وزارتِ تعلیم کے ماتحت اسکولوں کے عجائب خانوں کا جو محکمہ ہے وہ اس بارے میں خاص طور پر کوشاں ہے کہ اسکولوں میں جو سامان ہو وہ اس سطح پر ہو جیسا کہ موجودہ طریقہ ہاے تعلیم کے لئے لازمی ہے، وزارتِ تعلیم دو رسائل شائع کرتی ہے، ایک ابتدائی اسکولوں کے مدرسین میں مطالعہ کا شوق دلانے کے لئے، وزارتِ تعلیم نے ایک کتبخانہ قائم کیا ہے جس سے کتابین پڑھنے کے لئے دیجاتی ہین بہت سی کتبِ نصاب خود وزارت شائع کرتی ہے، اور ان کتابوں کو قومی تعلیم کی مجلس پہلے معائنہ کرتی ہے، پھر ان کے شائع کرنے کی اجازت دیتی ہے، وزارتِ تعلیم ہر سال مصدقہ کتبِ نصاب کی فہرست بھی شائع کرتی ہے،

استنبول کی یونیورسٹی جیسا کہ پہلے بتایا گیا ہے ۱۸۴۶ء میں ایک یونیورسٹی قائم کرنے کی تجویز زیرِ غور آئی تھی، لیکن اس کے مابعد وہ معرضِ التوا میں آگئی کیونکہ سید جمال الدین افغانیؒ نے وہاں ایک تقریر کی جس نے رجعت پسندانہ حلقوں میں کھلبلی ڈال دی، گو ۱۹۰۰ء مین یہ دوبارہ وجود میں آئی، مگر سلطان عبد الحمید کے استبدادِ حکومت کی وجہ سے اس کی ترقی رکی رہی، ۱۹۰۸ء کے انقلابِ حکومت کے بعد قانون مجریہ ۲۱ اپریل ۱۹۱۲ء نے اس کو دوبارہ زندگی بخشی اور شعبہ ہاے دینیات، قانون، طب، فنون اور ادب از سرِ نو مرتب کئے گئے اور مکاتب دواسازی (PHARMACY) اور دندان سازی شعبۂ طب میں ضم ہوئے، مگر اس قانون کے رو سے یونیورسٹی کو خود مختاری کی حیثیت حاصل نہ ہوئی، کیونکہ پرووسٹ (PROUOST) مختلف شعبوں کے ناظم اور تمام پروفیسر وزارتِ تعلیم کے نامزد کردہ ہوتے تھے، دو برس کے بعد حکومت نے مذہبی مکاتب کی اصلاح کی اور یونیورسٹی کے شعبۂ دینیات

کی جگہ ایک مستقل کالج دینیات کی تعلیم کے لئے قائم کیا، اس کے ساتھ ہی مستورات کے لئے یونیورسٹی میں خاص تعلیم کا انتظام کیا گیا، اور بعد ازاں انکے لئے ایک خاص یونیورسٹی کی بنیاد ڈالی گئی جسمیں ادبیات، ریاضی اور قدرتی سائنس کے شعبے رکھے گئے، لیکن عورتوں کو شعبہ ہاے قانون اور طب میں داخلہ کی اجازت نہ دی گئی، لیکن مستورات کی یہ خاص یونیورسٹی فوراً بند کردی گئی اور تمام شعبہ ہاے تعلیم کے دروازے ان پر کھول دیئے گئے،

۱۱ اکتوبر ۱۹۱۹ء کے قانون نے یونیورسٹی کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا، اس قانون کے رو سے یونیورسٹی کو ایک خود مختارانہ حیثیت دی گئی جس میں قانون، طب، ادبیات اور فنون کے شعبے شامل تھے، مزید براں اس قانون کے ماتحت ہر ایک شعبہ کا ایک ناظم ہے جو اسی شعبہ کی مجلس فضلا کا منتخب کردہ ہوتا ہے، اور تمام شعبوں کے پروفیسر مل کر ایک ریکٹر (RECTAR) کا انتخاب کرتے ہیں جو ساری یونیورسٹی کا افسر کل ہوتا ہے، یونیورسٹی کی مجلس منتظمہ میں ہر ایک شعبے کے دو نامزد شدہ ممبر ہوتے ہیں، اور ان کا صدر رایکٹر (RECTAR) ہوتا ہے، دینیات کا شعبہ ۱۹۲۴ء میں مذہبی مدارس کی تنسیخ کے بعد از سر نو مرتب کیا گیا، یکم اپریل ۱۹۲۴ء کے قانون کی رو سے یونیورسٹی کی آزادانہ ہستی تسلیم کی گئی، آجکل استنبول کا دار العلوم (یونیورسٹی) طب، قانون، ادبیات، فنون (ARTS) اور دینیات کے شعبوں پر مشتمل ہے، جس کے ساتھ کحالی اور دندان سازی کے کالج اور شعبۂ ادب کے ساتھ "ترکیات" کا ایک کالج بھی ملحق ہے،

دار العلوم (یونیورسٹی) کے اساتذہ اور طلبہ (جنمیں طالبات بھی شامل ہیں) درج ذیل ہیں،

شعبہ یا کالج	اساتذہ	طلبہ		میزان
		مرد	عورتیں	
شعبۂ طب	۹۸	۳۹۲	۱۳	۴۰۵
شعبۂ زچگی،	۰	۰	۱۶۳	۱۶۳
مدرسۂ کحالی و دندان سازی،	۴۶	۵۳	۸	۶۱
شعبۂ قانون،	۲۸	۷۷۸	۷۰	۸۴۸

شعبہ یا کالج	اساتذہ	طلبہ		میزان
		مرد	عورتیں	
شعبۂ دینیات	۱۴	۳۵	۰	۳۵
شعبۂ ادب	۳۰	۱۰۰	۱۲۷	۲۲۷
فنون	۴۱	۲۹۹	۶۶	۳۶۵

کالج، قسطنطنیہ کے دار العلوم اور فوجی مدارس کے علاوہ ترکی قلمرو میں اعلی تعلیم کے مفصلہ ذیل کالج ہیں:-

انگورہ - فقہ کا کالج (JURISPRUDENCE) غازی ٹرننگ کالج، اور زراعت کا کالج،

قسطنطنیہ - سول سروس کالج، ٹرننگ کالج، کامرس کالج، بیطاری کا کالج، جنگلات کا کالج، انجنیرنگ کالج، اور جہاز رانی کا کالج،

زنگولدق میں ایک معدنیات کے انجنیروں کا کالج ہے،

قسطنطنیہ میں فنون لطیفہ کی ایک نہایت اعلی انجمن ہے، جو ڈرائنگ، تعمیرات، سنگتراشی اور آرایش و زیبایش کے فنون کی تعلیم کا انتظام کرتی ہے،

پیشہ ورانہ (PROFESSIONAL) مدارس حکومت پیشہ ورانہ مدارس کی طرف خاص توجہ مبذول کر رہی ہے، مغربی ممالک سے بہت سے ماہرین اس غرض سے بلائے گئے ہیں، تاکہ اس بارہ میں ملکی ضروریات کا جائزہ لیں، ۱۹۲۸ء میں وزارت تعلیم کے محکمے میں ایک پیشہ ورانہ نظامت قائم کی گئی تھی، آج ترکی میں ۱۵ پیشہ ورانہ مدرس ہیں، جن میں ۲۴۱۶ طلبہ زیر تعلیم ہیں، ان میں سے ۷۵۰ لڑکے ہیں اور ۱۶۶۱ لڑکیاں، پانچ مدارس تجارت ہیں جہاں ۸۰۴ طالب العلم ہیں، ۷۵۰ لڑکے اور ۵۴ لڑکیاں، بعض اضلاع میں شبینہ مدارس ہیں، جنمیں تجارت اور فنون کی تعلیم دیجاتی ہے، انگورہ میں ایک بہت بڑے مدرسۃ الفنون کے افتتاح اور موجودہ مدرسۃ الفنون کو آرٹ اسکولوں کے اساتذہ کے لئے ٹرننگ کالج میں تبدیل کرنے کی تجویز زیر غور ہے، بعض طلبہ جنکو غیر ملکوں میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجا گیا ہے، ان پیشہ وروں کے مدارس میں اساتذہ کے فرائض انجام دینگے، ان پیشہ ور

مدارس کے علاوہ جو وزارتِ تعلیم کے ماتحت ہیں کئی ایسے مدارس بھی ہیں جو محکمۂ مال اور تعمیراتِ عامہ کے ماتحت ہیں جنمیں سے بعض میں تعلیم کا معیار بہت بلند ہے،

تعلیم بالغان جو مسائل محکمۂ تعلیم کی توجہ کو اپنی طرف منعطف کئے ہوئے ہیں ان میں سے ایک نہایت اہم مسئلہ عوام کی تعلیم ہے جو بالکل جاہل ہیں، نئے رسم الخط کے اجرا نے اس مشکل کو بڑی حد تک آسان کر دیا ہے، تمام ابتدائی مدارس میں مردوں اور عورتوں کے لئے خاص نصاب ہائے تعلیم وضع کئے گئے ہیں جنکو "قومی مدارس" کا لقب دیا گیا ہے، ان قومی اسکولوں میں ۲ نصاب ہیں، (ا) پڑھائی اور لکھائی (ب) ریاضی، تاریخ، جغرافیہ، شہریات اور حفظانِ صحت، دونوں نصابوں کی مدتِ تعلیم ۴ مہینے ہے، اب تک تقریباً ۲۰ لاکھ انسان ان مدرسوں میں حاضر ہوئے ہیں، مگر آئندہ اُن کی طرف مزید توجہ مبذول کیجائیگی، اور ان کو دیہاتی علاقوں میں پھیلایا جائیگا بعض دیہاتی علاقوں میں سفری اساتذہ TRAVELLING TEACHERS تعلیم دیتے ہیں ان لوگوں میں جو ان قومی مدارس میں زیرِ تعلیم ہیں، مطالعہ کا شوق پیدا کرنے کے لئے "دار المطالعے" کھولے جا رہے ہیں، وزارتِ تعلیم مختلف صوبوں کو اس خاص مد کے لئے خاص امدادی رقوم دیتی ہے، چنانچہ آج ترکی میں ۲ ہزار سے زائد دار المطالعے ہیں،

پبلک لائبریریاں قسطنطنیہ میں یونیورسٹی کا کتب خانہ ایک نئی عمارت میں منتقل کیا گیا ہے، اور یلدز سرائے کے کتب خانے کی کتابیں اس میں شامل کر دی گئی ہیں، بایزید کے کتبخانے کو بہت سی قلمی کتابوں سے مالا مال کر دیا گیا ہے، وزارتِ تعلیم کے کتبخانے میں اور ملک کے دوسرے کتب خانوں میں بہت سے قلمی نوادر موجود ہیں، طوپقاپو کتب خانے، آثارِ عتیقہ کا عجائب خانہ اور قسطنطنیہ کے "مدرسہ ترکیات" کے کتب خانے میں بھی کافی کتابیں ہیں، اس وقت انگورہ میں ایک بہت بڑا قومی کتب خانہ زیرِ تعمیر ہے،

عجائب خانے فوجی عجائب خانوں کے علاوہ تمام عجائب خانے وزارتِ تعلیم کے ماتحت ہیں، قسطنطنیہ میں آثارِ عتیقہ کا عجائب خانہ، اسلامی اور ترکی آثار کا عجائب خانہ، محکمۂ اوقاف کا عجائب خانہ اور "طوپقاپو سرائے" کا عجائب خانہ ہیں، آثارِ قدیمہ کا عجائب خانہ جو حال ہی میں انگورہ میں قائم ہوا ہے، اسمیں خاص طور پر ختی آثار قابلِ فخر ہیں، نسلِ انسانی ETHNOLOGICOL

کے عجائب خانہ میں جو انگورہ میں ۱۹۲۵ء کا قائم کردہ ہے، اور دوسرے عجائب خانوں میں جو سمرنا، بروصہ، برگامہ، اور قونیہ میں ہیں، کئی قابلِ ذکر نوادر ہیں، نسلِ انسانی کا ایک نیا عجائب خانہ اب قسطنطنیہ میں زیرِ تعمیر ہے،

مجلس زبان نئے لاطینی رسم الخط کو رائج کرنے کے موقع پر وزارتِ تعلیم نے انگورہ میں ایک مجلس مقرر کی تھی، جس میں ماہرینِ زبان شامل تھے، یہ مجلس اب ترکی زبان کو سادہ بنانے، ایک مکمل لغت تیار کرنے اور سائنس اور فنون کے متعلق مصطلحات وضع کرنے میں مصروف ہے[1]،

غیر ممالک کو طلبہ کی روانگی ۱۹۲۳ء سے وزارتِ تعلیم نے ۹ سو سے زائد طلبہ کو مغربی ممالک میں مکمل تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجا ہے، ۱۹۲۸ء کے قانون کے مطابق اس غرض کیلئے اعلیٰ ہائی اسکولوں، ٹریننگ کالجوں اور یونیورسٹیوں کے فارغ التحصیل طلبہ میں مقابلے کا ایک کھلا امتحان ہوتا ہے، اور کامیاب طلبہ کو غیر ممالک میں مختلف یونیورسٹیوں میں اعلیٰ تعلیم کے لئے روانہ کیا جاتا ہے، واپسی پر وزارتِ تعلیم کے انسپکٹر اُن کا امتحان لیتے ہیں اور وہ چند سالوں تک ایسے سرکاری عہدوں کی خدمات انجام دیتے ہیں جو ان کے لئے مقرر رہتے ہیں،

دیگر مدارس ترکی قلمرو میں ۴۳۰ غیر سرکاری (PRIVATE) (نجی) مدارس ہیں، ان مدارس میں طلبہ کی تعداد حسبِ ذیل ہے،

کینڈرگارٹن اور ابتدائی مدارس میں ۲۳۶۵، ثانوی مدارس میں ۱۵۶۶، پیشہ ورانہ مدارس میں ۳۹۴،

اقلیت والی قوموں (MINORITY) کے بچوں کیلئے ۱۱۶ مدارس ہیں، اُنمیں مفصلۂ ذیل طالب العلم زیرِ تعلیم ہیں،

کینڈرگارٹن اور ابتدائی مدارس میں ۱۸۳۷۰، ثانوی اسکولوں میں ۱۶۴۶، پیشہ ورانہ مدارس میں ۳۰

غیر قوموں کے ۷۰ مدارس ہیں، ۴۱ فرانسیسی، ۲۰ انگریزی، ۱۰ امریکن، ۱۷ اٹالین، ۵ بلغاری، ۲ آسٹروی، ایک یوگوسلافی، ایک جرمن، اور ایک ایرانی، ان میں سے کینڈرگارٹن اور ابتدائی مدارس میں ۱۰۰۲۶، ثانوی مدارس میں ۴۰۵۶ اور پیشہ ورانہ مدارس میں ۲۷۶ بچے زیرِ درس ہیں[2]،

---

[1] معارف: یہ مجلس اپنا کام ختم کر چکی،

[2] معارف:- اب یہ مدارس قانوناً بند کر دیے گئے،

کیا قرآن مجید ایک مسجع کلام ہے؟

از

مولانا عبدالسلام ندوی

ہر شخص کو بداہتہً نظر آتا ہے کہ قرآن مجید ایک مسجع و مقفی کلام ہے، یہ خصوصیت اگرچہ جا بجا مدنی سورتوں میں بھی نظر آتی ہے، لیکن ابتدائی مکی سورتیں تو اس سے لبریز ہیں، مثلاً:-

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ. مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ. الآیہ (فلق)

اِنَّا اَعْطَیْنٰکَ الْکَوْثَرَ. فَصَلِّ لِرَبِّکَ وَانْحَرْ. ؍؍ (کوثر)

اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ. ؍؍ (فیل)

اَلْهٰکُمُ التَّکَاثُرُ حَتّٰی زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ. ؍؍ (تکاثر)

وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا. ؍؍ (شمس)

ان سے بڑی بڑی سورتوں میں بھی یہ خصوصیت پائی جاتی ہے، مثلاً

هَلْ اَتٰکَ حَدِیْثُ الْغَاشِیَةِ. وُجُوْهٌ یَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ. الخ (غاشیہ)

لَآ اُقْسِمُ بِیَوْمِ الْقِیٰمَةِ. وَلَآ اُقْسِمُ بِالنَّفْسِ اللَّوَّامَةِ. ؍؍ (قیامہ)

اِذَا وَقَعَتِ الْوَاقِعَةُ. لَیْسَ لِوَقْعَتِهَا کَاذِبَةٌ. ؍؍ (واقعہ)

کٓهٰیٰعٓصٓ. ذِکْرُ رَحْمَتِ رَبِّکَ عَبْدَهٗ زَکَرِیَّا. اِذْ نَادٰی رَبَّهٗ نِدَآءً خَفِیًّا. ؍؍ (مریم)

مدنی سورتوں میں اگرچہ اسکی پابندی کم کیگئی ہے، تاہم وہ بھی اس سے خالی نہیں، مثلاً:-

اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ.

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ.

عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّهُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ کَفَّرَ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَاَصْلَحَ بَالَهُمْ. الآیہ (محمد)

عرب میں یہ طرز کلام کاہنوں کے ساتھ مخصوص تھا، اور دوسرے لوگ بھی اسی قسم کی بولی بولنے لگے تھے، غالباً طرز کلام کی اسی ظاہری مشابہت کی وجہ سے اہل عرب رسول اللہ صلعم کو کاہن کہتے تھے، لیکن قرآن مجید نے متعدد آیتوں میں اسکی تردید کی ہے، اور چونکہ یہ تردید دو مکی سورتوں یعنی سورۂ طور اور سورۂ حاقہ میں کی گئی ہے، اسلئے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے، کہ اسکا سبب مکی سورتوں کا مسجع و مقفی ہونا تھا، بہرحال سورۂ طور کی اس آیت میں اسکی تردید کیگئی ہے،

فَذَکِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّکَ بِکَاهِنٍ وَّلَا مَجْنُوْنٍ. اَمْ یَقُوْلُوْنَ شَاعِرٌ نَّتَرَبَّصُ بِهٖ رَیْبَ الْمَنُوْنِ. (طور-۱)

تو (اے پیغمبر) تم ان لوگون کو نصیحت کیے جاؤ کہ اپنے پروردگار کے فضل سے نہ تو تم عامل ہو (اگر تم نے اپنے موکل لگا رکھے ہیں، اور وہ آسمانی خبرین تمکو پہنچا دیتے ہیں،) اور نہ مجنون ہو، (کیا لوگ تمہاری نسبت) کہتے ہیں، کہ (یہ) شاعر ہے، (اور) ہم اسکے بارے میں زمانہ کی گردش کا انتظار کر رہے ہیں،

اس آیت میں رسول اللہ صلعم کی کہانت اور شاعری کی نفی اس بنا پر نہیں کیگئی ہے، کہ قرآن مجید میں کاہنوں اور شاعروں کے کلام کی طرح سجع اور قافیہ نہیں پایا جاتا یا پایا جاتا ہے، تو اُن میں باہم فرق ہے، بلکہ مقاصد کلام کے لحاظ سے دونوں میں فرق بتایا گیا ہے، کیونکہ کہان اور شعرا اگرچہ مسجع اور مقفی کلام بولتے تھے، لیکن ان کا مقصد تذکیر یعنی وعظ و پند نہیں ہوتا تھا، اسلئے محض سجع و قوافی کی مشابہت سے دونوں کلام ایک نہیں ہو سکتے، لیکن سورۂ حاقہ میں اسکی جو تردید کیگئی ہے، اوس سے معلوم ہوتا ہے، کہ کاہنوں کے کلام میں تکلف، تصنع، آورد اور بناوٹ پائی جاتی تھی، اور اسی تکلف و آورد کے پردے میں وہ اپنے کذب و باطل کی ترویج کرتے تھے، لیکن قرآن مجید میں

اس قسم کا تکلف و تصنع موجود نہیں ہے، اسلئے یا تو یہ کہنا چاہیے کہ قرآن مجید میں سرے سے سجع موجود ہی نہیں ہے اور اگر ہے، تو اوسکی حیثیت کاہنوں اور شاعروں کے سجع سے بالکل مختلف ہے، بہرحال سورۂ حاقہ کی جس آیت میں اسکی تردید کیگئی ہے وہ یہ ہے،

وَمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ قَلِيلًا مَا تُؤْمِنُونَ	اور یہ کسی شاعر کی (بنائی ہوئی) بات نہیں ہے،
وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ قَلِيلًا مَا تَذَكَّرُونَ	(مگر) تملوگ بہت ہی کم یقین کرتے ہو، اور نہ
تَنْزِيلٌ مِنْ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَلَوْ	(یہ کسی حاضراتی) عامل کے تکے ہیں، (مگر) تملوگ
تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْأَقَاوِيلِ	بہت ہی کم غور کرتے ہو، (یہ) پروردگار عالم کا
لَأَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِينِ ثُمَّ	اُتارا ہوا (کلام) ہے، اور اگر (پیغمبر زبردستی) کوئی
لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِينَ فَمَا مِنْكُمْ	بات ہمارے سر پھینکتا، تو ہم نے (خونیوں کی طرح)
مِنْ أَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِينَ وَإِنَّهُ	اوس کا داہنا ہاتھ پکڑ کر اوسکی گردن اڑا دی ہوتی
لَتَذْكِرَةٌ لِلْمُتَّقِينَ.	اور تم میں سے کوئی بھی ہمکو اس سے روک نہ سکتا،
(حاقہ)	اور کچھ شک نہیں کہ یہ (قرآن) پرہیزگاروں

اس تکلف و آورد کی طرف "تقول" سے اشارہ کیا گیا ہے، اور اسکے ساتھ یہ بھی بتایا گیا ہے، کہ قرآن مجید ایک پند و موعظت کی کتاب ہے، جسمیں کسی قسم کی بناوٹ نہیں ہے، لیکن شاعروں اور کاہنوں کے کلام مین ایک طرف تو لفظی بناوٹ پائی جاتی ہے، دوسری طرف وہ پند و موعظت سے خالی ہوتے ہیں، اسلئے کلام الٰہی لفظ و معنی دونوں حیثیتوں سے اون سے مختلف ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسمیں سجع کی پابندی نہیں کیگئی ہے،

قرآن مجید رسول اللہ صلعم کا سب سے بڑا معجزہ ہے، اور عام طور پر یہ تسلیم کر لیا گیا ہے، کہ اوسکے اعجاز کی وجہ اسکی فصاحت و بلاغت ہے، اسلئے اگر سجع و قوافی سے قرآن مجید کی فصاحت و بلاغت میں کچھ بھی اضافہ ہو سکتا تو رسول اللہ صلعم اسکو پسند فرماتے، یا کم از کم اس پر ناپسندیدگی کا اظہار نہ کرتے، لیکن بعض روایتوں سے معلوم ہوتا ہے

کہ آپ نے اس طرز کلام کو ناپسند فرمایا ہے، چنانچہ ایک بار قبیلہ ہذیل کی دو عورتوں نے مار پیٹ کی جس کا نتیجہ یہ ہوا، کہ ایک عورت کا حمل ساقط ہوگیا، رسول اللہ صلعم کی خدمت میں مقدمہ پیش ہوا، تو آپ نے ایک غلام یا لونڈی دیت میں دلوائی، اس پر عورت کے ولی نے کہا، :-

كيف اغرم يا رسول الله من	یا رسول اللہ ہم اس بچے کی دیت کیونکر دیں
لا شرب ولا اكل ولا نطق	جس نے نہ کھایا نہ پیا، نہ بولا، اوس کا خون تو
ولا استهل فمثل ذالك بطل.	رائگاں گیا،

یہ سنکر آپنے فرمایا، :-

هٰذا من اخوان الكهان.	یہ کاہنوں کے بھائیوں میں سے ہے،

دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا،

اسجع كسجع الجاهلية	کیا جاہلیت کے زمانے کیسی مسجع عبارت بولتے ہو،

ایک روایت میں ہے، کہ

اسجع كسجع الاعراب.	کیا بدووں کی طرح مسجع عبارت بولتے ہو،

دوسری روایت میں ہے،

دعني من اراجيز الاعراب[1]	مجھے بدوؤں کی رجز خوانی سے معاف رکھو،

ان تمام روایتوں سے معلوم ہوتا ہے، کہ یہ طرز کلام رسول اللہ صلعم کو سخت ناگوار تھا، کیونکہ وہ کہانت، دور جاہلیت، اور بدویانہ زندگی کے ساتھ مخصوص تھا جن سے رسول اللہ صلعم ہمیشہ بیزاری ظاہر فرماتے تھے، لیکن اگر آپکے سب سے بڑے معجزہ یعنی قرآن مجید میں بھی یہ خصوصیت پائی جاتی، تو آپ کیونکر اوسکو ناپسند فرماتے، حقیقت یہ ہے کہ ہمارے اہل ادب اس موقع پر دو لفظ بولتے ہیں، ایک فواصل، اور دوسرا سجع،

[1] فتح الباری ج ۱۲ ص ۲۱۹

اور سجع کو کلام کے اصل مقصد یعنی کشف و ایضاح معانی کے لحاظ سے ایک عیب قرار دیتے ہیں، کیونکہ سجع کبوتر کی بولی کو کہتے ہیں، جو اول سے آخر تک ایک ہی طرز میں ہوتا ہے، مسجع کلام بھی اسی کبوتر کی بولی سے ماخوذ ہے جسکی خصوصیت اوس سے بالکل مشابہ ہے یعنی جسطرح کبوتر کی بولی میں ایک ہی قسم کی آواز پائی جاتی ہے، اس طرح مسجع کلام میں ایک ہی قسم کے حروف پائے جاتے ہیں، جس سے صاف ثابت ہوتا ہے، کہ سجع میں صرف لفظی حیثیت نمایاں ہوتی ہے، اور اسی حیثیت کے نمایاں کرنے کیلئے معانی کو الفاظ پر قربان کر دیا جاتا ہے، اور کلام کی اصل غرض فوت ہو جاتی ہے، یہی وجہ ہے کہ کاہنوں کے کلام میں صرف لفاظی ہی لفاظی پائی جاتی تھی، اون میں کوئی معنی نہیں ہوتے تھے، مثلاً وَالْاَرْضِ وَالسَّمَاءِ وَالْغُرَابِ الْوَاقِعَةِ بِبَقْعَاءِ، جن لوگوں نے بعد کو کلام مجید کا معارضہ کیا، وہ بھی اسی حماقت میں مبتلا ہوئے، اور سجع کو قرآن مجید کا اصل حسن سمجھ کر اسی قسم کی بولی بولنے لگے، یَا ضِفْدَعُ اتَّقِي كَمْ تَنْقِيْنَ لَا الْمَاءَ تُكَدِّرِيْنَ وَلَا النَّهْرَ تُفَارِقِيْنَ، ممکن ہے کہ اون لوگوں نے اس قسم کے مہمل جملے نہ کہے ہوں، بعد کے لوگوں نے ان کے کلام کی سخافت کے اظہار کیلئے اس قسم کے فقرے بنائے ہوں، تاہم اسمیں شبہہ نہیں، کہ کلام الٰہی کی ہمرنگی حاصل کرنے کیلئے انھوں نے سجع کی ضرور پابندی کی ہوگی، حالانکہ قرآن مجید میں سجع نہیں پایا جاتا، کیونکہ سجع کی پابندی سے معانی الفاظ کے تابع ہو جاتے ہیں، اور قرآن مجید میں اس قسم کی لفاظی اور عبارت آرائی کہیں نہیں پائی جاتی، بلکہ قرآن مجید میں فواصل پائے جاتے ہیں، جو بالکل معانی کے تابع ہوتے ہیں یعنی ایک مسلسل مربوط اور ہمرنگ معانی کا سلسلہ اپنے اظہار کیلئے بھی اسی قسم کے مسلسل، مربوط اور ہمرنگ الفاظ کا سلسلہ ڈھونڈھ لیتا ہے، اور اس لئے اور بھی زیادہ نمایاں اور واضح ہو جاتا ہے، ایک حسین و جمیل شخص کا حسن و جمال قدرتی طور پر اپنے مناسب حال لباس بھی تلاش کر تا ہے، اور جب اوس لباس میں جلوہ گر ہوتا ہے، تو لوگوں کی آنکھوں کو خیرہ کر دیتا ہے، بعینہ اسی طرح قرآن مجید کے حسن معانی نے اس قسم کا لفظی حسن بھی پیدا کیا ہے، جو بظاہر سجع سے مشابہ ہے، حالانکہ وہ سجع نہیں ہے، بلکہ ان معانی کا قدرتی لباس ہے، جس کو اہل ادب سجع کے بجائے فواصل کے لفظ سے تعبیر کرتے ہیں، چنانچہ ابو الحسن علی بن عیسیٰ بن علی الرمانی اعجاز القرآن میں لکھتے ہیں:-

کلام کے اخیر میں ہمرنگ حروف معانی کے سمجھانے کا حسن پیدا کرتے ہیں، اور فواصل بلاغت ہیں، اور سجع عیب، کیونکہ فواصل معنی کے تابع ہوتے ہیں اور سجع میں معانی خود سجع کے تابع ہو جاتے ہیں، اسلئے دلالت کی حکمت بالکل بدل جاتی ہے کیونکہ اصل غرض جس کا نام حکمت ہے، وہ اُن معانی کا اظہار ہے جنکی ضرورت ہے، اسلئے اگر حروف کی ہمرنگی اس کا سبب بنتی ہے، تو وہ بلاغت ہے، اور جب وہ اوس کے خلاف ہو تو عیب اور لکنت ہے، کیونکہ یہ تکلف ہے، اُس وجہ کے خلاف ہے، جو حکمت کا اقتضاء ہے، اور اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے ایک تاج بنایا، پھر اس کو ایک ذلیل حبشی کو پہنا دیا یا موتی کا ہار گوندھا، پھر اوس کو کتے کے گلے میں ڈال دیا، اور جو شخص ادنیٰ سمجھ بھی رکھتا ہے، اوس پر اوسکی برائی ظاہر ہو جاتی ہے؛

بعد کے زمانے میں مقامات حریری وغیرہ کے معانی و مطالب کی بے اثری بھی اسی تکلف و آورد کا نتیجہ ہے،

خاندیس کے برہمن خاندانوں میں فرامینِ عالمگیر

از

جناب منشی زین الدین جعفری ہیڈ ماسٹر اردو اسکول ارنڈول شرقی خاندیس، بمبئی

ضلع مشرقی خاندیس میں قصبہ ارنڈول تعلقہ کا صدر مقام ہے، یہاں شاہی مسجد، شاہی کالی مسجد، تین قدیم مقابر، خانقاہ کے کھنڈر، ہشت پہلو برج اور اولیاے کرام حضرت خرمؒ اور قتالؒ کی درگاہیں وغیرہ اسلامی عمارات تاحال موجود ہیں، شاہانِ اسلام نے اپنا دستِ کرم بڑھا کر ان عمارات کو اپنے دامنِ عاطفت میں لیا، اور بذریعہ عطیاتِ اراضی، ان کی حفاظت کا دوامی انتظام کر دیا،

قصبۂ ہذا میں بعض مقامات پر زمین کی تہ سے جین اور ہندو دھرم کے دیوتاؤں کے شکستہ بُت برآمد ہوئے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بحیثیتِ مجموعی یہ قصبہ پرانا تاریخی مقام ہے، یہاں برہمنوں کی کافی آبادی قدیم زمانہ سے موجود ہے، انمیں کے چند برہمن خاندانوں کو عالمگیر نے مختلف مواضع کی سندیں دی ہیں، انمیں سے ایک خاندان کو مواضع اکھلواڑی بھالگاؤں ہمنت کیڑا، جلود ربن کوٹھ کی اراضی بطور مدد معاش اور خیرات عطا کی ہیں، انکی سند اس خاندان میں ابھی تک موجود ہے، جناب کاڈکرنشنر اسکول ماسٹر ارنڈول، اسی خاندان سے ہیں، میں نے موصوف کی عنایت سے اس سند کی نقل لی ہے جو ناظرینِ معارف کے لئے پیش ہے،

ظل سبحانی خلیفۃ الرحمانی،

متصدیانِ مہماتِ حال و استقبال قصبۂ دھرن گاؤں وغیرہ دیہات تعلقہ پرگنہ ارنڈول بحال جاگیر این جانب بدانند کہ چون موازی دو پرتن زمین بنجر خارج جمع لائق زراعت از موضع بھالگاؤں معمور پرگنہ مذکور در وجہ خیرات باسم رنگ بھٹ ولد ترنبک بھٹ سکنہ ارنڈول

مقرر گشتہ، باید کہ اراضی مذکور تصدق فرقِ مبارک بندگان حضرت نمودہ، چک بستہ بتصرفِ مشارالیہ واگذارند تا حاصلاتِ آن را صرفِ معیشتِ خود نمودہ بدعاے ازدیادِ عمر دولت ابد مدت اشتغال می نمودہ باشد و بہیچ وجہ . . . . حاصل اراضی مذکور مزاحم و متعرضِ مشارالیہ نشوند؛ دریں باب تاکید اکید دانستہ، حسب المسطور بعمل آرند، غرۂ شعبان ۴۳ھ،

اسی طرح مسٹر پدماکر واسودیو جوشی سکنہ ارنڈول کے اجداد بھی شہنشاہ عالمگیر کے چشمۂ فیض سے سیراب ہوئے، اور بطور ذریعۂ معاش مواضع بامبوری، اتران اور بھالگاؤں کی اراضی سے سرفراز ہوئے، شہنشاہ موصوف کے ذوقِ رعایا پروری نے یہاں اور چار پانچ برہمن خاندانوں کو نوازا ہے، اور ان سب کی سندیں اور ان کے مواضع اُن کے پاس موجود ہیں،

تنگ نظر مورخین نے شہنشاہ عالمگیر کو موردِ الزام قرار دیا ہے، کہ وہ مذہبی دیوانہ تھا، یہ غور طلب امر ہے کہ بھٹ اور جوشی صاحبان کو کسی ملکی یا جنگی خدمات کے صلہ میں انعامات نہیں عطا کئے گئے، بلکہ ان برہمن خاندانوں کی پرورش اور معاش کے لئے یہ جاگیریں عطا ہوئیں،

تلخیص و تبصرہ

امریکن سائنسدانون کے مذہبی عقائد

اگرچہ کبھی کبھی بعض سائنسدانون نے مذہب کے موافق یا مخالف اپنے خیالات کا اظہار صاف الفاظ مین کیا ہے، لیکن حال تک اُن مین سے اکثر اشخاص کی رائین مذہبی عقائد سے متعلق معلوم نہ تھین، چونکہ آج کل ہر چیز سائنس کے معیار سے دیکھی جاتی ہے، اس لئے مذہبی عقائد کی صحت یا عدم صحت پر بھی سائنس ہی کے دارالافتا سے فتویٰ طلب کیا گیا، چنانچہ امریکہ کے ایک پروفیسر جیمس لیوبا (JAMES H. LEUBA) نے اپنے ملک کے سائنسدانون کے مذہبی خیالات معلوم کرنا چاہے اور مذہب عیسوی کے دو مرکزی عقائد کی نسبت اُن کی رائین دریافت کین یعنی ایک ایسے خدا کا عقیدہ جس پر دعا و پرستش کا اثر پڑتا ہو اور دوسرے حیات ابدی کا عقیدہ، موصوف نے اپنے استفسار مین علمائے سائنس کے پاس مندرجہ ذیل تین خیالات لکھکر بھیجے، اور اُن سے تسلیم یا انکار کی شکل مین جواب لکھنے کی درخواست کی،

(۱) مین ایسے خدا پر ایمان رکھتا ہون جس کے حضور مین کوئی شخص جواب کی توقع کے ساتھ دعا کر سکتا ہے، "جواب" سے میری مراد دعا کے قدرتی، موضوعی، اور نفسیاتی اثر سے بڑھکر ہے،

(۲) مین اُس خدا پر ایمان نہین رکھتا جس کی تعریف اوپر کی گئی ہے،

(۳) مین اس مسئلہ کے متعلق کوئی خاص عقیدہ نہین رکھتا،

مذکورہ بالا تعریف اسی خدا کی ہے جس کی پرستش عیسائیت کے تمام فرقون مین ہوتی ہے، اور پروفیسر موصوف نے اسی خدا کی نسبت سائنسدانون کے خیالات معلوم کرنا چاہے،

بعض سائنسدانون کو استفسار کے طرز پر سخت اعتراض ہوا کیونکہ اُن سے یہ دریافت نہین کیا گیا کہ وہ کس دوسرے خدا پر ایمان رکھتے ہین، انھین اندیشہ ہوا کہ اگر پہلی شق سے انکار کرتے ہین تو اُن کا شمار بے دینون کے زمرہ مین کر لیا جائیگا، حالانکہ وہ اس جماعت سے بہت دور رہنا چاہتے ہین، وہ اس عقیدہ مین اکثر ہم عصر فلاسفہ کے ہم خیال ہین کہ کائنات کی اصل کوئی روحانی طاقت ہے، چنانچہ ایک ممتاز ماہر کیمیا نے لکھا بھی کہ "مین پہلی شق سے متفق نہین ہون، لیکن اس کے باوجود ایک خدا پر ایمان رکھتا ہون، میرا شمار منکرین خدا مین کرنا ہر اس شخص کے لئے غلط فہمی کا باعث ہوگا جس نے غور نہین کیا، کہ آپ نے کس طرح خدا کی تعریف کی ہے"

بہتیرے لوگون نے یہ لکھا کہ "خدا میری خواہشون یا میرے جذبات کا لحاظ کرکے کوئی فعل نہین کرتا، وہ اپنے قوانین کے مطابق کام کرتا ہے"، یہ خیال سائنسدانون مین عمومیت کے ساتھ پھیلا ہوا ہے، ایسے لوگون کے نزدیک اپنی خواہشون کے پورا کرنے کا طریقہ صرف یہ ہے کہ کائنات کے قوانین دریافت کئے جائین، اور پھر ان کے مطابق عمل کیا جائے،

حیات ابدی سے متعلق بھی عقیدہ باری تعالیٰ کی طرح تین خیالات پیش کئے گئے،

(۱) مین مرنے کے بعد دوسری دنیا مین ذات کے تسلسل کا معتقد ہون،

(۲) مین مذکورہ بالا تسلسل ذات کا قائل نہین،

(۳) مین اس مسئلہ کی نسبت کوئی خاص عقیدہ نہین رکھتا،

پہلی شق مین جسم کے ساتھ، خواہ وہ کسی قسم کا ہو، ذات کی بقا کا عقیدہ، اور بغیر کسی جسم کے ذات کی بقا کا عقیدہ، دونون شامل ہین، برخلاف اس کے جو چیز کبھی کبھی "معاشرتی ابدیت" کے نام سے موسوم کیجاتی ہے، یعنی کسی شخص کے مرنے کے بعد بھی اس کے اثر کا زندہ رہنے والون پر جاری رہنا، یہ اس اقرار مین شامل نہین،

ڈاکٹر کیٹل (DR. CATTELL) نے اپنی کتاب "امریکہ کے سائنسدان" (AMERICAN MEN OF SCIENCE) کے آخری اڈیشن (دسمبر ۱۹۳۳ء) مین قابل ذکر سائنسدانون کی مجموعی تعداد

تیس ہزار درج کی ہے، ان سب سے استفسار کرنا چونکہ بہت دشوار تھا، اسلئے پروفیسر لیوبا نے ان کو مختلف جماعتون مین تقسیم کرکے ہر جماعت کی ایک معتدبہ تعداد سے استفسار کیا، پہلے انھون نے علماے طبیعیات (PHYSICISTS) اور علماے حیاتیات (BIOLOGISTS) کی دو موٹی موٹی تقسیمین کین، پہلی قسم مین ان تمام سائنس دانون کو شامل کیا جنکا تعلق بیجان اشیاء سے ہے، مثلاً حقیقی ماہرین طبیعیات، ماہرین کیمیا، ماہرین ارضیات، ماہرین ہیئت و ہندسہ، وغیرہ اور دوسری قسم مین اُن تمام سائنسدانون کو رکھا جنکا تعلق جاندار اشیاء سے ہے، مثلاً حقیقی ماہرین حیاتیات، ماہرین علم الابدان، ماہرین نباتیات، وغیرہ ان مین سے ہر جماعت کے دس فیصدی افراد کی رائین عقیدۂ باری تعالی اور عقیدۂ حیات ابدی کی نسبت دریافت کی گئین، اجتماعیات اور نفسیات کے اساتذہ اور اُن فارغ التحصیل طلبہ سے بھی جو ان مضامین مین تحقیق کرتے ہین تقریباً پچاس فیصدی سے استفسار کیا گیا، ہر جماعت سے کم از کم (۷۵) فیصدی جوابات موصول ہوئے۔

مندرجۂ ذیل اعداد جواب دینے والون کی مجموعی تعداد کے فیصدی ہین :-

خدا کا عقیدہ

	تسلیم کرنے والے	انکار کرنے والے	شبہہ کرنے والے
علماے طبیعیات	۳۸	۴۷	۱۶
〃 حیاتیات	۲۷	۶۰	۱۳
〃 اجتماعیات	۲۴	۶۷	۹
〃 نفسیات	۱۰	۸۹	۱۲

اگر سائنس دانون کے مختلف اقسام کی تفریق نہ کیجائے تو معلوم ہوگا کہ امریکہ کے صرف (۳۰) فیصدی سائنس دان اس خدا کے قائل ہین جس کی پرستش کلیسائے عیسوی مین ہوتی ہے، (۵۶) فیصدی منکر ہین، اور (۱۴) فیصدی شبہہ کرنے والے، جو سائنس دان بیجان چیزون کے مطالعہ و تحقیق سے تعلق رکھتے ہین خدا کا عقیدہ

رکھنے والون مین ان کا تناسب فیصدی سب سے زیادہ ہے، اور جن کا تعلق دماغی تحقیق سے ہے یعنی علماے نفسیات ان کا تناسب سب سے کم (دس فی صدی) ہے،

حیاتِ ابدی کا عقیدہ

	تسلیم کرنے والے	انکار کرنے والے	انکار اور شبہہ کرنے والے
علماے طبیعیات	۴۱	۳۲	۶۰
〃 حیاتیات	۲۹	۴۴	۷۱
〃 اجتماعیات	۲۵	۴۸	۷۵
〃 نفسیات	۹	۷۰	۹۱
مجموعی طور پر	۳۳	۴۱	۶۷

اعداد مذکورۂ بالا سے معلوم ہوتا ہے کہ سائنس دانون مین جو لوگ خدا کا عقیدہ رکھتے ہین وہ حیاتِ ابدی کے بھی قائل ہین، ایسے لوگون کا تناسب تقریباً برابر ہے، (۳۳) فی صدی حیاتِ ابدی کے قائل ہین، اور (۳۰) فی صدی خدا کے، لیکن حیاتِ ابدی سے انکار کرنے والون کا تناسب منکرین خدا کے مقابلہ مین بہت کم ہے، یعنی (۴۱) فیصدی، بمقابلہ (۵۶) فیصدی، البتہ حیات ابدی مین شبہہ کرنے والون کی تعداد خدا مین شبہہ کرنے والون سے بہت زیادہ ہے، اگر انکار کرنے والون اور شبہہ کرنے والون کی تعداد اکٹھا کردیجائے تو حیاتِ ابدی اور خدا کے نہ ماننے والون کا تناسب تقریباً برابر ہو جاتا ہے، یعنی (۶۷) فیصدی اور (۷۰) فی صدی،

اس کے بعد اس مضمون مین چھوٹے اور بڑے سائنسدانون اور طالب علمون کے اعداد شائع کئے گئے ہین،

ان چار جماعتون مین سے ہر جماعت کے زیادہ ممتاز افراد کا تناسب خدا کا عقیدہ رکھنے والون مین بہت کم ہے، یہ کوئی اتفاقی امر نہین ہے، کیونکہ حیات ابدی سے متعلق بھی جو اعداد و شمار اکٹھا کئے گئے ہین

اُن سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے، نیز ۱۹۱۴ء کی تحقیقات سے بھی اسکی تصدیق ہوتی ہی،

بہیترے آدمیون کا خیال ہے کہ جنگ عظیم کے بعد سے مذہب کے ماننے والونکی تعداد بڑھ رہی ہی، لیکن اگر مذہب عیسوی کے ان دو خاص عقیدون پر نظر رکھی جائے تو حقیقت اس کے برعکس معلوم ہوتی ہی،

امریکن سائنس دانون کے مذہبی خیالات کی تفتیش کے سلسلہ مین پروفیسر لیوبا نے طلبہ کے خیالات بھی معلوم کرنا چاہے لیکن اسمین انھون نے زیادہ کاوش نہین کی اور صرف دو کالجون کے طلبہ سے استفسار کرکے امریکہ کے تمام کالجون کے طلبہ کے خیالات کا اندازہ کرلیا، ان مین سے ایک کالج (الف) کے طلبہ ان خاندانون کے افراد مین جن کا تعلق پروٹسٹنٹ کلیسا کی مختلف شاخون سے ہے، دوسرے کالج (ب) کے طلبہ جدید خیالات کی طرف مائل ہین، ۱۹۳۳ء کے استفسار مین کالج (الف) کے ۹۳ فی صدی طلبہ نے اور کالج (ب) کے بھی تقریباً اتنے ہی طلبہ نے عقیدۂ باری تعالیٰ کی نسبت اپنی رائین لکھ کر بھیجی تھین، کالج (الف) مین خدا پر عقیدہ رکھنے والون کا تناسب (۳۱) فی صدی، منکرین کا (۶۰) فی صدی، اور مذبذبین کا (۱۰) فی صدی تھا، کالج (ب) مین یہ تناسب (۱۱) فی صدی، (۷۴) فی صدی، اور (۱۵) فی صدی تھا، دونون کالجون مین یہ پایا گیا کہ طلبہ جب نیچی جماعت سے ترقی کرکے اونچی جماعت مین جاتے ہین تو ان مین خدا پر عقیدہ رکھنے والون کی تعداد کم ہوتی جاتی ہی، کالج (ب) مین تو اعلیٰ جماعت تک پہونچتے پہونچتے یہ تعداد تقریباً غائب ہوگئی، اعداد حسب ذیل ہین:-

خدا پر عقیدہ رکھنے والے طلبہ ۱۹۳۳ء مین،

	کالج (الف)	کالج (ب)
پہلی جماعت،	۳۴	۲۰
دوسری جماعت	۳۷	۱۴
تیسری جماعت	۳۰	۶

	کالج (الف)	کالج (ب)
اعلیٰ جماعت	۲۰	۵
مجموعی طور پر	۳۱	۱۱

۱۹۱۴ء مین بھی عقیدۂ باری تعالیٰ اور حیات ابدی سے متعلق طلبہ کے خیالات دریافت کئے گئے تھے، پروفیسر لیوبا نے ۱۹۱۴ء اور ۱۹۳۳ء کے اعداد و شمار سے مندرجۂ ذیل نتائج اخذ کئے ہین:-

(۱) طلبہ جب ایک جماعت سے ترقی کرکے دوسری جماعت مین جاتے ہین، تو اون کی ایک بڑی تعداد بدعقیدہ ہو جاتی ہے،

(۲) گذشتہ بیس سالون مین طلبہ کے مذہبی عقائد مین ایک نمایان انحطاط واقع ہوگیا ہی،

(۳) ۱۹۱۴ء اور ۱۹۳۳ء دونون سالون مین خدا پر عقیدہ رکھنے والون کی تعداد حیات ابدی پر عقیدہ رکھنے والون سے کم تھی، (لٹریری گائڈ، اکتوبر و نومبر ۱۹۳۴ء)

"ع ز"

مقالاتِ شبلی جلد چہارم،

(تنقیدی)

مطبوعہ اور قلمی کتابون پر مولانا شبلی مرحوم کے جو تبصرے الندوہ اور دوسرے رسالون مین شایع ہوئے تھے، اس مین یکجا کئے گئے ہین، مصر کے مشہور عیسائی مورخ جرجی زیدان کی تصنیف تمدن اسلام پر عربی مین جو ریویو ایک رسالہ کی شکل مین شائع ہوا تھا، اُس کا اردو خلاصہ بھی مولانائے مرحوم کے قلم سے الندوہ مین شائع ہوا تھا، وہ اہم تنقیدی مضمون بھی اس مین آگیا ہے، ضخامت ۱۹۰ صفحے، قیمت:- عہ

"منیجر"

اخبار علمیہ

امریکہ مین تحفظِ بصارت کا اہتمام

گذشتہ ماہ دسمبر کے پہلے ہفتہ مین نیویارک (امریکہ) مین ایک عظیم الشان جلسہ منعقد ہوا تھا جسمین مختلف جماعتون کے پانچسو نمایندے بے بصری کے علاج اور اُس کے انسداد کی تجاویز پر غور کرنے کیلئے جمع ہوئے تھے، اس وقت ریاستہائے متحدہ امریکہ مین نابینا اشخاص کی تعداد تقریباً ایک لاکھ چودہ ہزار ہے، اور تمام دنیا کے نابینا اشخاص کا شمار تخمیناً پچاس لاکھ ہے، چین و ہندوستان، مصر اور یورپ کے بعض ملکون مین ایسے لوگون کا تناسب بہت زیادہ ہی،

اس انجمن کی روئداد سے معلوم ہوتا ہے کہ بے بصری کے دور کرنے مین فن جراحی کی کارگذاریان بہت نمایان ہین، موتیابند کا آپریشن تمام دنیا مین کامیابی کے ساتھ جاری ہی، اس کے علاوہ ایک خاص قسم کا آپریشن بھی حیرت انگیز طور پر کامیاب ثابت ہوا ہے، اس کے ذریعہ سے پردۂ شبکہ (RETINA) تپلی کے دوسرے پرتون سے علٰحدہ ہو جانے کے بعد پھر از سرِ نو اپنی جگہ پر لگا دیا جاتا ہی، جس سے روشنی واپس آجاتی ہے، اسی طرح ایک دوسرا حیرت انگیز آپریشن بھی حال مین نہایت کامیابی کے ساتھ کیا گیا ہے، ایک اتفاقی حادثہ مین ایک عورت کی آنکھ زخمی ہو گئی تھی، جس کے باعث دونون قرنیون (CORNEAS) کو سخت صدمہ پہنچا تھا، اور بصارت بالکل جاتی رہی تھی، اس آپریشن سے دوسرے نئے قرنیے لگا دیئے گئے، اور وہ عورت اس قابل ہو گئی کہ اب اخبارون کی جلی قلم کی سرخیان پڑھ سکتی ہو، اور بغیر کسی دوسرے شخص کی مدد کے سڑک پر چل پھر سکتی ہی،

لیکن فن جراحی کے ان کارنامون کے باوجود ماہرین فن کا خیال ہو کہ بے بصری کے اسباب کو روکنا زیادہ ضروری ہے، ان اسباب کے روکنے مین سب سے زیادہ نمایان کارنامہ جرمنی کے ایک ڈاکٹر کارل

فرینز کریڈی (DY. CARL FRANZ CREDE) کا ہے، جس نے سنہ ۱۸۸۱ء مین یہ تحقیق کی تھی کہ پیدائش کے بعد بھی بچون کی آنکھون مین سلور نائٹریٹ (SILVER NITRATE) کا سولیوشن ٹپکانے سے بے بصری کی وہ خاص شکایت جو بچون مین پیدا ہو جاتی ہی، اور جس کو (OPHTHAL MIANEONA-TORUM) کہتے ہین دور ہو جاتی ہی، اس تحقیق کے پچیس سال بعد ریاستہائے متحدہ امریکہ نے ان قطرون کا استعمال اپنے ہان قانوناً لازمی قرار دیدیا ہے، جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہان بچون کے اس مرض مین (۷۵) فیصدی کی تخفیف ہو گئی ہے،

حال کی تحقیق سے معلوم ہوا ہے کہ موروثی بے بصری کا تناسب اس سے کہین زیادہ ہے، جتنا عام طور پر خیال کیا جاتا ہی، وٹامن کی تحقیقات کے سلسلہ مین یہ بھی معلوم ہوا ہو کہ غذا کو آنکھ کی صحت سے ساتھ بہت کچھ تعلق ہے، مثلاً غذا مین وٹامن اے (VITAMIN-A) کے نہ ہونے سے شب کوری پیدا ہو سکتی ہے،

امریکہ مین چھ ہزار بچون کے لئے جن کی بصارت کمزور ہے تعلیم کا مخصوص انتظام کیا گیا ہے لیکن دہان چوالیس ہزار بچے ابھی اور ہین جن کو اس قسم کی تعلیمی آسانیون کی ضرورت ہی،

حکومت کی طرف سے آتش بازی کی خرید و فروخت پر بھی پابندیان عائد کر دی گئی ہین، اس کے علاوہ مختلف قسم کے کارخانون مین آنکھ کے جو حوادث پیش آتے ہین اُن کے انسداد کی تدبیرین بھی جاری کر دی گئی ہین،

آفتاب کی روشنی سے بجلی کی طاقت،

بہتیرے سائنس دانون کا خیال ہے کہ وہ وقت دور نہین ہو جب دنیا کے کوئلہ اور تیل کا ذخیرہ ختم ہو جائیگا اور نسل انسانی طاقت کے دوسرے ذرائع کی تلاش پر مجبور ہو گی، یہ صحیح ہے کہ اس ذخیرہ کے ختم ہو جانے کے

بعد بھی پانی کی طاقت باقی رہجائے گی، لیکن پروفیسر کولن فنک (COLIN. G. FINK) کولمبیا
یونیورسٹی کی رائے ہے کہ یہ طاقت دنیا کی ضروریات کو دس فیصدی سے زیادہ پورا نہین کرسکتی، موصوف کے نزدیک
اس مشکل کا حل صرف اسی طریقہ سے ممکن ہو کہ آفتاب کی روشنی سے براہ راست طاقت حاصل کیجائے، حال مین
نیویارک کے ایک جلسہ مین انھون نے اپنے تجربات پیش کئے تھے، جن سے معلوم ہوتا ہو کہ آفتاب کی روشنی سے
بجلی کی طاقت پیدا کرنے کا آلہ بنایا جاسکتا ہو،

سرطان کا علاج

بعض علماء کے نزدیک جسم انسانی کے بعض اعضا مین ایک مادہ ہوتا ہے، اور سرطانی ورمون
کے ساتھ ساتھ اس مادہ مین بھی مستقل تغیرات ہوتے رہتے ہین، متعدد دلائل سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر ایسے وسائل
پیدا کئے جائین جن سے اس مادہ کو تقویت حاصل ہو تو وہ سرطانی ورمون کی نشو و نما کو روک سکتا ہے، اور اگر اس
مقصد مین کامیابی حاصل ہو جائے تو اس سے مرض سرطان کے انسداد مین بڑی مدد مل سکتی ہو، اس غرض سے
امریکہ کے مشہور ڈاکٹر ملکڈ انلڈ نے امریکہ کی ایک سائنٹفک مجلس مین ایک تقریر کی اور اس مین اس مادہ کے
اس عمل و اثر کو بیان کیا جو سرطانی ورمون کے انسداد پر اس کا پڑتا ہے،

لکڑی کی شکر

علمائے کیمیا نے لکڑی سے شکر پیدا کرنے کا ایک طریقہ ایجاد کیا ہے، اور جرمنی اس طریقہ کی
ترقی مین نمایان حصہ لے رہا ہے، اور جو لوگ اس مین مصروف ہین اون کی اعانت کے لئے بہت
بڑی مالی رقم الگ کردی ہے، اگر اس طریقہ سے کافی مقدار مین شکر پیدا ہونے لگی تو جرمنی بیرونی ممالک
کی شکر سے بے نیاز ہو جائیگا،

حضرت عیسیٰؑ کی تاریخ ولادت

حال مین اٹلی کی انجمن سائنس (ITALIAN SOCIETY OF SCIENCES) کے ایک
اجلاس مین مشہور ہیئت دان پروفیسر ڈومینیکو آرجنٹیری (DOMENICO ARGENTIERI)
نے حضرت عیسیٰؑ کی تاریخ پیدائش پر ایک مقالہ پڑھا تھا جس مین اس مشہور روایت کو غلط ثابت کیا کہ مسیحؑ کی پیدائش
سنہ ۱ اور سنہ ۴ قبل مسیحؑ کے درمیان کسی سال مین واقع ہوئی، پروفیسر موصوف کی تحقیق یہ ہو کہ پیدائش سنہ ۱۱ اور سنہ ۹ ق م کے درمیان کسی
سال مین ہوئی کیونکہ انجیل مین آیا ہے کہ انہی سالون مین حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کے وقت کورینیس (QUIRINUS)
شام کا حاکم تھا، پیدائش سے قبل مشرق مین جو دمدار ستارہ دکھائی دیا تھا اس پر بحث کرتے ہوئے موصوف
نے فرمایا کہ سنہ ۲۸ سے سنہ ۴ قبل مسیح تک صرف ایک ہی دمدار ستارہ کا ذکر رومن اور چینی مورخون نے کیا ہو،
یہ ستارہ سنہ ۱۲ ق م مین نمودار ہوا تھا، علاوہ برین دور اول کے عیسائیون کو خوب یاد تھا، کہ حضرت عیسیٰؑ سنیچر کے
دوسرے روز پیدا ہوئے تھے، تحقیق کرنے پر معلوم ہوا ہے کہ سنہ عیسوی سے پیشتر ابتدائی بارہ سالون مین دسمبر کی
پچیسوین تاریخ جو کلیسائے رومہ کی روایت کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کی تاریخ ہے، صرف سنہ ۱۱ قبل مسیح
کے اتوار کو واقع ہوئی تھی، اس بنا پر حضرت عیسیٰؑ کی تاریخ ولادت ۲۵ دسمبر سنہ ۱۱ ق م متعین ہوتی ہے،

لاغری اور فربہی کا علاج

بہت زیادہ لاغری اور فربہی بھی ایک مرض ہے اور اطبا کو اس مرض کے ازالہ کے لئے ایک زہریلی دوا
معلوم ہوئی ہو جس کا نام ڈینٹرو فینل ہو، انھون نے ۱۹۳۱ء سے اسکا تجربہ شروع کیا ہو، اور برطانیہ، کنیڈا، فرانس، اٹلی اور
آسٹریلیا مین اسکو استعمال کرایا ہو، صرف ولایات متحدہ کے ایک لاکھ آدمیون نے جو بہت زیادہ موٹے تھے اسکا تجربہ
کیا تو صرف تین آدمی ضائع ہوئے لیکن انکی موت دوا کے غلط استعمال سے واقع ہوئی، خود دوا کو اس مین دخل نہ تھا، "ع ز"

ادبیات

کعبے کے سامنے

از حضرت "یلدرم"

ہمارے مشہور انشا پرداز و سیاح یلدرم سے کون واقف نہین، ہمارے دوست کے نزدیک ایران و عراق و ٹرکی کی سیاحت ایسی ہے جیسے کوئی کمرہ سے نکل کر برآمدہ مین چلا آئے، اس سال ان کی سیاحت کے دائرہ مین سرزمین قدس بھی آگئی، اور وہ عمر بھر کے ایک مذہبی فریضہ کو بھی ادا کر آئے،

ع۔ اللہ کرے زورِ "قدم" اور زیادہ،

ارضِ مقدس کی اس حاضری کے موقع پر موصوف نے کعبہ کے سامنے اپنی لکھی ہوئی ایک نظم پڑھی تھی، جس کو اب وہ حلقۂ معارف کے نذر کرتے ہین، "س"

آوارہ گرد آج ترے در پہ ہے کھڑا
اللہ! کیا کشش ہے ترے آستانے مین

تشکیک و شبہ دشمنِ ایمان ہی رہے
سنتا ہون دل کا چین ہے تیرے خزانے مین

دل کو نہ جب خشوع و تضرع ہوا نصیب
کیا فائدہ ملا مجھے سر کے جھکانے مین

احرام و طوف سارے ظواہر تو ل گئے
اے کاش اور کچھ بھی ملے اس بہانے مین

صحرائے بے گیاہ ہے اور کوہ ہائے خشک
کیا رمز تھا یہان چمنِ دین کھلانے مین

مسلم کو جس طرح سے ستاتے ہین اہلِ دیر
ہے پاسبانِ حرم کا بھی ماہر ستانے مین

رنگین حجاز، ترک و عرب کے لہو سے تھا
کوشان ہے نجد اور اُسے رنگین بنانے مین

یہ سب تو ہے مگر مرے اللہ یہ نہ ہو
اغیار دخل پائین ترے آستانے مین

واقف ہے تو کہ درد بھرا ہے ہمارا حال
کیا تیرے آگے درد بھرون اس فسانے مین

طیارہ کامران پہ ہے حدّے پہ ہے جہاز
تو اپنے گھر کو خود ہی بچا اس زمانے مین،

مکۂ مکرمہ، سنہ ۱۳۵۲ھ / ۱۹۳۴ء

نالۂ حسرت

از سید الشعرا، فضل الحسن حسرت، موہانی،

آشنا ہو کے بوئے یار سے ہم
سخت بے زار ہین قرار سے ہم

سرمہ لائین گے بہرِ دیدۂ عشق
کوچۂ حسن کے غبار سے ہم

کام رکھتے ہو جبر و قہر سے تم
جانِ زار و دلِ فگار سے ہم

اپنی یہ سادگی کہ دادِ وفا
پائین گے اُس جفا شعار سے ہم

کر چلین پھر کہین نہ کسبِ جنون
سایۂ ابرِ نوبہار سے ہم

از رہِ بیدلی بہ صحنِ چمن
خوش ہین گل سے خفا ہین خار سے ہم

عاشقی ہو کہ شاعری حسرت
فرد نکلے ہر اعتبار سے ہم

رباعیاتِ امجد

از حکیم الشعرا سید احمد حسین امجد حیدر آبادی

پابند کیا قیدِ نفس مین رکھکر
بے بس کیا مجھ کو اپنے بس مین رکھکر
صیاد کی اصید پروری تو دیکھو
گلزار دکھاتا ہے قفس مین رکھکر

ہے اپنے وجود پر تبسم مجھکو
تقدیر نے، مجھ سے کر دیا گم مجھکو
اپنی صورت کسی نے دیکھی ہی نہین
مین دیکھ رہا ہون تم کو، اور تم مجھکو

بابُ التقریظ والانتقاد

اُردو کے نئے رسالے اور اخبارات،

اس شسماہی مین ہمین ذیل کے نئے رسالے اور اخبار، ریویو کے لئے موصول ہوئے:۔

ھند، کلکتہ (ہفتہ وار مصور) ناظر مولنا عبدالرزاق ملیح آبادی، حجم ۲۴ صفحات، تقطیع ۲۰×۲۷/۱۶، قیمت سالانہ صر، پرچہ ار، پتہ:۔ دفتر ہند، نمبر ۲ لے چتر نجن ایونیو، کلکتہ،

یہ ہفتہ وار مصور صحیفہ ہے، جو تجربہ کار اور لائق ہاتھون سے مرتب ہوتا ہے، اس کے اجرا کا مقصد عام مسلمانون مین ذہنی و اقتصادی و معاشرتی و سیاسی انقلاب اور ان مین اشتراکی خیالات کی اشاعت اور ملکی آزادی کی دعوت ہے، رسالہ محنت اور قابلیت سے مرتب کیا جاتا ہے، اور وقت کی پابندی کے ساتھ ہر ہفتہ شائع ہوتا ہے، مضامین مختصر، دلچسپ انداز اور آسان زبان مین لکھے جاتے ہین، ہر عنوان کے لئے ایک صفحہ مخصوص ہے، مقالہ افتتاحیہ مین مسلمانون کو مذہبی، سیاسی اور ذہنی اصلاح کی دعوت دیجاتی ہے، پھر مختصر شذرات مین سیاسی و ملکی مسائل و مباحث پر رائین درج کیجاتی ہین، اس کے بعد چند مستقل عنوان ہین، مثلاً "مقالات"، "مشاہیر اسلام"، "صفحہ سیر ادب و تاریخ"، "صفحہ نظم"، "صفحہ ادب"، "صفحہ علمیہ" اور "جام جہان نما" وغیرہ، ان صفحات مین اسلامی تاریخ، عربی ادب اور محاضرات کی کتابون کے دلچسپ اقتباسات اور ترجمے ہوتے ہین، انہی کے پہلو مین بلند پایہ مغربی ادیبون اور شاعرون کے ادبی مضامین اور نظمون کے سلیس ترجمے ہوتے ہین، اسی طرح عربی اور انگریزی بلند پایہ ماہانہ رسالون کے مفید اور کارآمد ترجمے چھپتے ہین، ہر اشاعت مین کوئی ایک نتیجہ خیز مختصر افسانہ ہوتا ہے، مخالفین و معاصرین سے ظرافت کی چاشنی کے ساتھ "نوک جھونک" رہتی ہے، اور "گھسیٹیات" کے صفحہ مین اپنے مخالف خیال کے لوگون کا مذاق اڑایا جاتا ہے، افسوس ہے کہ بعض اوقات اس صفحہ کی تحریرین مذاقِ سلیم سے گرجاتی ہین، رسالہ مذہبی مباحث مین بھی حصہ لیتا ہے، اور اس پر بھی افسوس ہے کہ کبھی اعتدال سے تجاوز کرجاتا ہے، اس کی چند اشاعتون مین مختلف عنوانون "میرا مذہب" اور "چند دینی استفسارات کے جواب" مین جو کچھ لکھا گیا ہے، مانا کہ وہ سب سلف صالحین کے مسلک کے عین مطابق ہو، لیکن ان تحریرون کو کیا کہا جائے گا جو "مجذوب کی بڑ" کے عنوان سے نکلتی رہتی ہین، کیا اس قسم کی "فکری آزادی" کی بلا تردید اشاعت بھی سلف صالحین کے مسلک کے اتباع مین ہے؟

"سنت" اور "بدعت" دونون کی ایک ساتھ اور پہلو بہ پہلو دعوت دوسرون کی طرح ہمارے لئے بھی ایک معما ہے، اُنکے جواب مین ادارۂ ہند کی طرف سے شاید ہم کو کچھ سننا پڑیگا، لیکن بہرحال ہرچہ از دوست می رسد نیکو است،

نیسان، الٰہ آباد (سہ ماہی) مدیر جناب پروفیسر سید محمد ضامن علی صاحب، ضامن، صدر شعبۂ اردو، الٰہ آباد یونیورسٹی، ۱۹۲ صفحے، کاغذ دبیز آرٹ پیپر، لکھائی چھپائی عمدہ، قیمت عہ، طلبہ سے ۸ر، پتہ:۔ جناب سید اعجاز حسین ایم اے، معتمد نیسان، الٰہ آباد یونیورسٹی الٰہ آباد،

یہ الٰہ آباد یونیورسٹی کے شعبۂ اردو کا سہ ماہی رسالہ ہے، اپریل ۳۴ء کا پرچہ ہمین موصول ہوا، مضامین تقریباً سب ادبی و تنقیدی ہین، مثلاً ایک مضمون مین اردو کی موجودہ تنقید نگاری کا بانی "مرزا غالب" کو اُن کے خطوط کے تنقیدی حصون کی بنیاد پر ثابت کیا ہے، ایک دوسرے مضمون مین سید انشا کی ایک نو مطبوع کتاب "رانی کیتکی کی کہانی" پر تفصیلی تبصرہ ہے، اور کوشش کی ہے کہ نقد و نظر کے تمام عنوانون کا احاطہ کرلیا جائے کہ کسی پہلو سے پر تشنہ نہ رہ جائے، اسی طرح دو مضمونون مین سے ایک مین میر ضمیر کی مرثیہ گوئی، اور دوسرے مین جناب ناصری مرحوم کی شاعری پر تبصرہ کیا گیا ہے، ایک نتیجہ خیز و دلچسپ مختصر ڈرامہ بھی چند صفحون کا ہے، رسالہ اپنی ظاہری شکل و صورت مین اردو کے اچھے رسالون مین ہے، اور چونکہ یونیورسٹی کے شعبۂ اردو کے صدر کی ادارت مین نکلا ہے، اس لئے ہمین توقع رکھنی چاہئے کہ معنوی اعتبار سے بھی آیندہ چل کر اردو کا معیاری رسالہ ثابت ہوگا،

الناظر لکھنو (ماہانہ) اڈیٹر جناب ظفر الملک صاحب علوی، ۴۸ صفحے، قیمت سالانہ عہ ارزان اڈیشن عمر

پتہ :- دفتر الناظر لکھنو،

الناظر، اردو کا مقبول رسالہ ہے، غالباً ۱۹۱۵ء مین اس کا پہلا پرچہ نکلا تھا، ان بیس بائیس سالون مین اس نے متعدد مرتبہ حوادثِ روزگار کے تھپیڑے کھائے، مگر لوٹ پوٹ کر اٹھ کھڑا ہوا، آخری مرتبہ جولائی ۳۶ء سے نکلا ہے، الناظر نے اپنے پچھلے دورون مین اردو کی بہترین خدمتین کی ہین، اس کو اس کے اس دور مین بھی اچھے اچھے اہل قلم کی امداد حاصل ہے، مرزا محمد عسکری بی اے کا ایک سلسلہ مضمون فلسفہ کی اصطلاحات پر نکل رہا ہے، مرزا رسوا کے سوانحِ حیات اور علمی و ادبی خدمات پر منشی ممتاز حسین اڈیٹر اودھ پنچ لکھ رہے ہین، اسی طرح سلطان حیدر صاحب جوش، امیر احمد صاحب علوی وغیرہ، اس کے مضمون نگارون مین ہین، اور ہر اشاعت مین مختلف ادبی مباحث پر اچھے مضامین اور دلچسپ افسانے نکلتے ہین، اور آرزو، عزیز، ثاقب اور اصغر وغیرہ کی تازہ غزلین چھپتی ہین، مدیر کا صفحہ "نظرے خوش گذرے" اپنی پچھلی خصوصیات یعنی راے کی آزادی اور بے لاگ اظہارِ خیال کے ساتھ اس دور مین بھی شامل ہے، امید ہے کہ اس کے قدردان اسکو کامیاب بنائین گے،

عارف کانپور (ماہانہ) مدیر مولوی سید محمد اسمٰعیل صاحب ذبیح، ۴۸ صفحات، قیمت سالانہ عہ

مقام اشاعت ہمایون باغ، کانپور،

یہ ایک مفید مذہبی، اصلاحی اور ادبی رسالہ ماہ جون ۱۹۳۶ء سے نکلا ہے، مذہبی مباحث کو دلنشین اسلوب مین پیش کرتا ہے، ان مضامین مین "نئی روشنی" کے شکوک و شبہات کو دور کیا جاتا ہے، رسالہ کے ادبی مضامین اور افسانے بھی خاصے، اور مطالعہ کے قابل ہوتے ہین، اردو مین ایسے رسالون کی بڑی ضرورت ہے، جو دلچسپی کا سامان بہم پہنچانے کے ساتھ اپنے اندر معنوی خوبیان بھی رکھتے ہون، امید ہے کہ یہ رسالہ مسلمان نوجوانون مین مقبول ہوگا،

ادراک، امروہہ (ماہانہ) مدیر جناب سید منظور حسین نجم امروہوی (فاضل ادب) ۶۴ صفحات،

قیمت سالانہ عہ، پتہ دفتر ادراک، امروہہ (یوپی)،

یہ مذہبی، علمی اور ادبی رسالہ ہے، اس کے مضامین کا اندازہ اس کی ذیل کی چند سرخیون سے ہوسکتا ہے، "معارف"، "افسانے"، "انتقاد"، "قصص الاولین"، "غلط العوام"، "ارمغان"، "تحقیقات" اور "باب الاستفسارات" وغیرہ، ان عنوانون کے اندر اوسط درجہ کے اچھے اور دلچسپ مضامین درج ہین،

طلبہ (ماہانہ) مدیر جناب محمد ابراہیم، صدیقی، ۲۰ صفحے، قیمت سالانہ عہ، مقام اشاعت باراعید گاہ،

ضلع پورنیہ، (بہار)

یہ رسالہ بہار کے اُس حصہ سے نکلا ہے، جہان سے شاید اس سے پہلے کوئی اردو صحیفہ کبھی نہین نکلا تھا، اس کا مقصد اگرچہ صوبہ بہار کے اکزامینیشن بورڈ سے ملحق مدرسون مین رشتۂ اتحاد پیدا کرنا، طلبہ کو مضمون نویسی کا ذوق دلانا، اور اساتذہ کے تعلیمی تجربات و خیالات پیش کرنا ہے، تاہم اس مین مضامین ہر نوع کے ہوتے ہین خصوصاً وہ مضامین زیادہ مفید اور قیمتی ہین، جو پورنیہ اور اس کے مضافات کے قدیم خاندانون کے علمی و تعلیمی خدمات پر روشنی ڈالتے ہین، رسالہ کی ظاہری شکل و صورت اور لکھائی چھپائی پر مزید توجہ کی ضرورت ہے، ادارت کا تجربہ بھی رفتہ رفتہ پختہ ہوگا،

طارق، لاہور (مصور) اڈیٹر جناب محمد شریف صاحب حجم ۵۶ صفحات، قیمت سالانہ سے، پتہ نمبر ۳

میکلوڈ روڈ، لاہور،

یہ ادبی پرچہ ہے، ماہ نومبر ۱۹۳۶ء سے نکلا ہے، اس کے پہلے نمبر مین جناب تاجور نجیب آبادی کی آپ بیتی کا ایک دلچسپ حصہ شائع ہوا ہے، موصوف زمانہ کے سرد و گرم چشیدہ ہین، ان کی یہ آپ بیتی خصوصیت سے ان نوجوان ادیبون کے پڑھنے کے لائق ہے، جن کے دلون مین اردو کے نئے رسالے نکالنے کا شوق و ولولہ اٹھتا ہے، رسالہ کے مضامین اوسط درجہ کے ہین، اور ان مین بعض پہلے کے مطبوعہ نظم و نثر بھی ہین، اور ان مین سے بعض کے مطبوعہ ہونے کا حوالہ "عرضِ حال" مین درج ہے،

اختر، لاہور (ماہانہ) ادارہ جناب اختر شیرانی، میان محمد حسن بی اے، ال ال بی، جناب محمد عمر فاروقی

ایم اے، ۷۰ صفحات، قیمت سالانہ عہ، پتہ:۔ دار الادب ہندبل روڈ، لاہور،

یہ اردو کا مفید ادبی رسالہ ہے، مضامین نثر و نظم سنجیدہ اور دلچسپ ہین، افسانے زیادہ ہین، جو اچھے مغربی افسانہ نگارون چیخوف اور ماپسان وغیرہ کے ترجے ہین، پروفیسر حافظ محمود صاحب شیرانی کا مضمون "حکایات نگار" پرلطف ہے، شعراء مین یگانہ، چراغ حسن حسرت اور آغا حشر کاشمیری وغیرہ کے کلام ہوتے ہین، رسالہ نے افسانہ نویسی کے لئے انعامی مقابلہ کی ابتدا کی ہے، لاہور کے مشہور علم دوست و ادب نواز سر شہاب الدین کا عطا کردہ پچاس روپے کا اول انعام دیا جا چکا ہے،

کہکشان، دہلی (ماہانہ مصور) مدیر جناب کاظم دہلوی، ۸۰ صفحات، قیمت سالانہ عہ، پتہ:۔ منیجر رسالہ کہکشان، دہلی،

یہ رسالہ موجودہ شعراے دہلی کا ترجمان ہے، پہلے صفحہ پر لوگون کے نام منظوم پیغامات درج کئے جاتے ہین، جنمین نوک جھونک کی بو بھی رہتی ہے، اردو کے ممتاز اساتذہ کی غزلین چھپتی ہین، اگرچہ رسالہ کے مضامین کا معیار کچھ زیادہ بلند نہین، مگر رسالہ کے کارکنون کو شاعری کے فنون سے پورا لگاؤ ہے، اس لئے اسقام شعری پر انکی نظرین خوب پہنچتی ہین، نوجوان شاعرون کے روک ٹوک کی ازحد ضرورت ہے،

شاہجہان، دہلی، ادارت جناب شاہد احمد بی اے و سید وصی اشرف، دہلوی، ۳۲ صفحے، قیمت سالانہ عہ، پتہ:۔ دار الاشاعت، جامع مسجد دہلی،

یہ رسالہ افسانون اور ڈرامون کے لئے خاص ہے، مضامین اچھے اور پڑھنے کے لائق ہوتے ہین،

تنویر، کراچی (ماہانہ) مدیر جناب فائق کرتپوری، ۶۰ صفحات، قیمت سالانہ عہ، پتہ:۔ ہارون برادرس بلڈنگس رام سوامی کوارٹرز، کراچی،

یہ رسالہ غالباً کراچی کے پچھلے رسالہ میزان الافکار کے بجائے نکلا ہے، اس کے سرورق پر بھی "ارض سندھ کا واحد ادبی مصور ماہوار صحیفہ" لکھا ہے، اور اکثر مضمون نگار بھی وہی ہین، جو میزان الافکار کے تھے، مضامین

بھی اسی قسم کے ہوتے ہین، خدا کرے اسے زندگی و ثبات حاصل ہو، مضامین زیادہ تر ادبی ہین،

نیرنگستان، دہلی، (ماہانہ مصور) مدیر جناب عشرت رحمانی، ۶۰ صفحے، قیمت سالانہ عہ، مقام اشاعت کھڑکی تفضل حسین، دہلی،

دہلی کے رسالہ نیرنگ مین صوری و معنوی اعتبار سے کچھ ترقیان عمل مین آئین، اس لئے کارکنون نے رسالہ کے نام مین بھی اضافہ مناسب سمجھا، اور اب وہ نیرنگ کے بجاے نیرنگستان ہے، اس کا کاغذ عمدہ اور تقطیع بڑی ہے، مضامین نظم و نثر خاصے ہین، رسالہ کا ایک حصہ "نیرنگ نسوان" کے عنوان سے عورتون کے مضامین کے لیے خاص ہے،

شہاب، کلکتہ (ماہانہ) اڈیٹر جناب ارشد عظیم آبادی، ۳۲ صفحات، قیمت سالانہ عہ، مقام اشاعت نمبر ۲۵ مچھوا بازار اسٹریٹ، کلکتہ،

یہ ادبی رسالہ ہے، اس مین مختصر ادبی مضامین، افسانے اور غزلین شائع ہوتی ہین، "شذرات" مین مختلف سیاسی تعلیمی اور اصلاحی مسائل پر خیالات ظاہر کئے جاتے ہین، مضامین کار آمد اور افسانے اکثر طبعزاد اور دلچسپ ہوتے ہین، علمی خبرین اور ادبی تنقیدین بھی درج کیجاتی ہین، رسالہ کے اکثر مضمون نگار صوبہ بہار کے نوجوان ہین،

عروس خیال، دہلی، (ماہانہ) مدیر جناب مظہر انصاری، بی اے، حجم ۲۰ صفحات، قیمت عہ، پتہ:۔ دفتر عروس خیال، دہلی،

اس رسالہ کا پہلا نمبر بابت ماہ فروری ۱۹۳۵ء، ماہ دسمبر ۱۹۳۴ء مین نکل آیا ہے، رسالہ کا مقصد بلند معیاری لٹریچر پیش کر کے "عوام کی ذہنی تربیت" کرنا ہے، اور کارکنان رسالہ کو توقع ہے کہ اس رسالہ کے ذریعہ ہماری زبان کا معیار چند سال مین کچھ نہ کچھ ہو جائیگا"، رسالہ مین ادبی و تنقیدی مضامین، افسانے، ڈرامے، ادب لطیف کے جواہر پارے، اور چند شعراء کی نظمین اور غزلین ہین، مدیر نے، ہر مضمون اور اس کے لکھنے والے پر تنقید کیلئے

ایک ایک صفحہ رکھا ہے، جس مین پہلے جلی قلم سے مضمون نگار کا نام، پھر مضمون کی سرخی، اس کے نیچے مضمون اور مضمون نگار
کی تعریفین ہین، اس کے بعد دوسرے صفحہ سے مضمون شروع ہوتا ہے، مضامین مین سے ایک مضمون مین ریاض مرحوم
کی شاعری پر سرسری تبصرہ کرکے انھین آخر مین دوسرے درجہ کے شعرا مین بتایا گیا ہے، اسی طرح ایک دوسرے مضمون مین
سیرت اور الفاروق کے تین چار مقامات کی دو، دو عبارتین یکجا دکھائی ہین کہ ان مین کسی ایک ہی واقعہ کے متعلق
دو مختلف بیان ہین، لیکن دقت نظر سے دونون عبارتین پڑھی جائین تو التباس دور ہو جائیگا، ڈرامون اور افسانون
مین "وحشی" کے عنوان سے ایک ڈرامہ بطور طبعزاد شائع کیا ہے حالانکہ یہ چیخوف کا افسانہ ہے اس کو جناب جلیل قدوائی
اپنے دلچسپ ظریفانہ رنگ مین پہلے ہی انگریزی سے ترجمہ کر چکے ہین، اور وہ ان کے مجموعۂ "اصنام خیالی" مین
"بھالو" کے عنوان سے شائع ہو چکا ہے،

حقائق لکھنؤ (ماہانہ) مدیر جناب ابن حسین نقوی، ۴۰، صفحات، قیمت سالانہ للعہ پتہ:- دفتر حقائق
حسین آباد لکھنؤ،

یہ شیعی علمی رسالہ ہے، جو شیعی پریس مین علمی رسالہ کی کمی کو پورا کرنے کے لئے نکلا ہے، رسالہ محنت اور سلیقہ
سے مرتب کیا جاتا ہے، مضامین سے شوق تحقیق کاوش کا اظہار ہوتا ہے، اس کے پہلے پرچہ مین "علم کی حمایت مین
علمی دنیا" کی جانب سے حضرت عمر فاروق ؓ کے اس طرز عمل پر احتجاج کیا گیا ہے کہ انھون نے صبیغ کو کوڑے مار کر
آیات قرآنی کے متعلق اُسے تحقیقات کرنے سے باز رکھا، پھر خلفائے ثلثہ کے عہد کے فتوحات کو ان کے معائب مین
شمار کیا ہے، کیا اچھا ہو اگر دوسرے فرقون سے تصادم کے بغیر شیعی علم کلام، اور شیعیت کے علمی فضائل و محاسن
مناسب طرز تحریر مین شائع کئے ہین،

پروانہ دہلی (ماہانہ) مدیر جناب انور بزمی الہ آبادی، ۴۰ صفحے، کاغذ اور لکھائی چھپائی عمدہ، قیمت
سالانہ عہ، پتہ:- دفتر رسالہ پروانہ، کوٹھی تفضل حسین دہلی،

یہ ادبی رسالہ ہے، اس مین مختصر ادبی مضامین، افسانے اور دلچسپ کارٹون شائع ہوتے ہین،

تعلیم دہلی (ماہانہ) مرتبہ جناب محمد حسین بی اے بی ٹی، (علیگ) ۳۲ صفحے، قیمت سالانہ عہ، پتہ:-
دفتر رسالہ تعلیم ایجوکیشنل بک ڈپو، جامع مسجد، دہلی،

یہ تعلیمی رسالہ ماہ نومبر ۳۴ء سے نکلا ہے، تعلیم طریقہ تعلیم اور نصاب تعلیم پر مضامین اور تعلیمی خبرین وغیرہ
درج ہین، نیز ادبی مضامین اور نظمین بھی ہوتی ہین،

جہانگیر لاہور (ماہانہ) اڈیٹر جناب محمد احمد خان درانی، ۴۰ صفحات، قیمت سالانہ للعہ، پتہ:- دفتر
جہانگیر، ریلوے روڈ، لاہور،

یہ رسالہ چند سال سے نکل رہا ہے، اب یہ رسالہ آنریبل نواب سر نظامت جنگ بہادر کی سرپرستی مین
آگیا ہے، اور اسکا ایک خاص نمبر "عثمان نمبر" کے نام سے نکلتا ہے، مضامین عموماً ادبی اور تاریخی ہوتے ہین، اور دلچسپ
افسانے بھی شائع کئے جاتے ہین، شعرا مین حضرت جلیل القدر جلیل، امجد حیدر آبادی، اور یگانہ لکھنوی وغیرہ کے کلام ہوتے ہین

"امداد الغرباء پنجاب" (؟) ماہانہ اڈیٹر جناب صوفی عبد العزیز ایم اے، ۵۶ صفحات، قیمت سالانہ
عہ پتہ:- موضع میان میر، ڈاکخانہ مغل پورہ، ضلع لاہور،

یہ رسالہ "انجمن امداد الغرباء اسلام" کا ماہانہ آرگن ہے، اس انجمن کا مقصد نادارون اور محتاجون کی مدد کرنا
بتایا گیا ہے، اس رسالہ مین اس انجمن کی کارگذاریان چھاپی گئی ہین، چند مضامین تاریخی و ادبی ہین، ایک مضمون مین
عہد شاہجہانی کے بزرگ حضرت میان میر اور اُن کے خلفاء کے حالات جن سے دارا شکوہ کو عقیدت تھی، اور جنکے
مزار ان کے نام سے منسوب موضع "میان میر" (ضلع لاہور) مین ہے شائع ہوئے ہین، اور بعض مضامین مین
تصوف کے علم سینہ کو سفینہ مین پیش کرنے کی بدعت کیگئی ہے، اور ناظرین کو بتایا گیا ہے کہ فلان قسم کی دعا، اور
فلان قسم کے تعویذ سے فلان قسم کی حاجت روائی ہوتی ہے"!

قانون، لاہور (ماہانہ) مدیر جناب حاجی رحیم بخش صاحب ایچ پی- وکیل، ۴۴ صفحے، قیمت سالانہ
مع محصول ہے، پتہ:- دفتر رسالہ قانون- پیسہ اخبار بازار- انار کلی- لاہور،

یہ انگریزی رسائل "لا رپورٹر" وغیرہ کے طرز کا قانونی رسالہ ہے، اسمین اسمبلی اور مجالس قانون سازمین پیش ہونیوالے بلون پر رائے زنی کیجاتی ہے، مختلف ہائی کورٹون کے اہم تازہ فیصلون کا خلاصہ درج کیا جاتا ہے، مختلف دیوانی و فوجداری قوانین کی تشریح کیجاتی ہے، اور قانونی نکتے بیان کئے جاتے ہین، قانون کے متعلق ناظرین کے مختلف سوالون کے جوابات بھی درج ہوتے ہین، اس قسم کے رسالون کی امداد کرنے کی ضرورت ہے کہ اردو زبان اس قسم کے معلومات مہیا کرنے والے رسائل سے خالی نہ رہے،

اخبارات

یون تو اس ششماہی مین اخبارات اوسطاً زیادہ نکلے، کہ اسمبلی کا الکشن اسی درمیان مین گذرا، اور ملک کے مختلف اطراف مین نئے اخبار جاری ہوئے، لیکن اسمبلی کے الکشن کے ختم ہوتے ہی، یہ اخبارات بھی بند ہوگئے، البتہ ذیل کے چند نئے اخبارات مستقلاً نکلے، اور ابھی تک جاری ہین،

احسان - لاہور، اڈیٹر جناب آقا مرتضیٰ احمد خان صاحب، حجم ۸ صفحے، تقطیع ۲۹×۲۲ / ۲ قیمت سالانہ عہ ر فی پرچہ ار پتہ:- دفتر احسان بیرون دہلی دروازہ، لاہور،

یہ روزنامہ چند ماہ سے جاری ہے، یہ ہندوستان کی تحریک آزادی کا داعی، اسلامی قومیت کا حامی اور دین و مذہب کا پاسبان ہے، تجربہ کار ہاتھون سے بڑے سلیقہ کے ساتھ مرتب کیا جاتا ہے، مقالۂ افتتاحیہ مین سیاسی و ملکی و ملی مسائل پر متانت و اصابت کے ساتھ رائین ظاہر کیجاتی ہین، خبرین خبر رسان ایجنسیون سے براہ راست لیجاتی ہین، پنجاب کے مختلف اضلاع کے نامہ نگارون کے مراسلے بالالتزام چھپتے ہین، پنجاب کی موجودہ پرشور تحریک ردِ قادیانیت مین بھی یہ پیش پیش ہے، اسکا سنڈے اڈیشن ہر ہفتہ کسی ایک عنوان علمی، ادبی، وطنی یا مذہبی نمبر کے نام سے نکلتا ہے، جس مین وقیع پُر معلومات اور دلچسپ سنجیدہ مذہبی، علمی، ادبی اور سیاسی مضامین لکھے جاتے ہین، اس روزنامہ کے اجرا سے اردو کے اسلامی اخبارات مین ایک مفید اضافہ ہوا ہے،

الاصلاح - لاہور (ہفتہ وار) ادارہ جناب سرفراز خان صاحب ایم ایس سی، ایل ایل بی، و علامہ مشرقی، حجم ۱۶ صفحے تقطیع ۳۰×۲۰ / ۴ قیمت سالانہ ہے پتہ:- دفتر الاصلاح، بھونڈ پورہ، مزنگ لاہور،

پنجاب کے مشہور "صاحب تذکرہ" شیخ عنایت اللہ صاحب مشرقی، ادھر چند سال سے نئے لباس مین سامنے آئے ہین، موصوف نے مسلمانون کی اصلاح اور ہندوستان کی آزادی کے لئے اپنے خاص خیالات و معتقدات کے ساتھ ایک تحریک "تحریک خاکساران" کی بنیاد ڈالی ہے، وہ اس جماعت مین داخل ہونے والون کو رضاکارانہ خدمات کی پابندی کے ساتھ چند خاص اصولون کے مطابق منظم کر رہے ہین، اور یہ اخبار الاصلاح اسی تحریک کا آرگن ہے، ہمین موصوف کے بعض مذہبی خیالات سے سخت اختلاف رہا ہے، تاہم دعا ہے خدا کرے کہ موصوف اس تحریک کے ذریعہ مسلمانون کی کوئی حقیقی خدمت کر سکین، اور پنجاب مین کسی نئے "مذہبی فرقہ" کی بنیاد نہ ڈالین،

صدائے افغان، لاہور (ہفتہ وار) ادارہ جناب حیدری ہزاروی، و فضل حق خان بی اے ۱۶ صفحے، تقطیع ۲۶×۲۰ / ۴ قیمت سالانہ سے ر پتہ:- دفتر صدائے افغان- نمبر ۶۲، میکلوڈ روڈ، لاہور،

یہ اخبار اردو، فارسی، اور پشتو تین زبانون مین چھپتا ہے، افغانستان کی موجودہ حکومت کا خیر خواہ ہے اور ہندوستان مین مقیم افغانون کو ایک رشتۂ اتحاد مین منسلک کرنا چاہتا ہے، خصوصاً نظر بند افغان شاہزادون کا ہمدرد ہے، انہی مقاصد کی تائید مین اس مین مضامین شائع ہوتے ہین،

آزاد برہما، رنگون (ہفتہ وار) اڈیٹر جناب شاہد احمد زمان، حجم ۸ صفحے، تقطیع ۲۶×۲۰ / ۲ قیمت سالانہ سے ر فی پرچہ ار پتہ:- دفتر آزاد برہما، نمبر ۱۷۰، بار اسٹریٹ، رنگون،

آزاد برہما مسلمانانِ برہما کا ترجمان، برہما کو ہندوستان سے علیحدہ کرنے کا مخالف، اور اہل برہما اور ہندیانِ مقیم برہما کو اتحاد کی دعوت دینے والا ہے، اور انہی مقاصد پر اس کے مضامین ہوتے ہین، ہر اشاعت مین ظریفانہ مضامین کا حصہ وافر ہوتا ہے، ہمین خوشی ہے کہ برہما سے اردو کا یہ اخبار کامیابی سے نکل رہا ہے، خدا کرے زندہ رہے، اور مفید خدمات انجام دے،

تنظیم اہل حدیث، روپڑ (ہفتہ وار) مدیر مولوی حافظ عبد اللہ صاحب امرتسری، حجم ۱۲ صفحے

تقطیع ۲۰×۲۶/۴ ، قیمت سالانہ للعہ مقام اشاعت روپڑ ضلع انبالہ،

یہ اہل حدیث کی ایک جماعت کا اخبار ہے، اور اسی مقصد کی تبلیغ کے لئے جاری ہے، مختلف قسم کے مذہبی مضامین شائع ہوتے ہین، نیز مذہبی مسائل و استفسارات کے جوابات دیئے جاتے ہین،

ملک۔ گورکھپور (ہفتہ وار) اڈیٹر جناب محمد تقی قریشی (جرنلسٹ) حجم ۸ صفحے، تقطیع، ۲۰–۲۶/۲ دفتر اخبار ملک، مطبع ایوان اشاعت، گورکھپور،

اخبار ملک اپنا مرکز بدلتا رہتا ہے، پہلے گورکھپور سے نکلتا تھا، پھر اعظم گڈہ منتقل ہوا، اب پھر گورکھپور واپس چلا گیا ہے، اس مرتبہ جب سے یہ گورکھپور پہنچا ہے، اس نے صوری و معنوی دونون حیثیتون سے کافی ترقی کرلی ہے، سفید چکنے کاغذ پر اچھی لکھائی چھپائی کے ساتھ نکلتا ہے، اور مقالہ افتتاحیہ مین سیاسی و ملکی مسائل پر سنجیدگی اور غور و فکر کے ساتھ رائے زنی کیجاتی ہے، ادبی مضامین بھی شائع ہوتے رہتے ہین کبھی طبعزاد دلچسپ افسانے نکلتے ہین، کارکنان اخبار صوبہ متحدہ کے اضلاع مشرقی سے کافی باخبر رہتے ہین، مختلف ضلعون کی مقامی سیاسی تعلیمی سرگرمیان اور معاشرتی خبرین وغیرہ درج کیجاتی ہین، خبرون کا انتخاب بھی اچھا ہوتا ہے، امید ہے کہ اسکے حلقۂ اشاعت مین توسیع ہوگی،

جمہور، بانکی پور، (ہفتہ وار) اڈیٹر جناب سید انیس الرحمٰن صاحب، حجم ۴ صفحے، تقطیع ۲۰–۳۰/۴ قیمت سالانہ للعہ پتہ:- دفتر جمہور، بانکی پور، پٹنہ،

یہ ہفتہ وار اخبار ہندوستان کی آزادی کا حامی ہے، صوبہ بہار کے مسلمانون مین صحیح رائے عامہ پیدا کرنے اور وہان ایک ایسے اخبار کی کمی کو پورا کرنے کے لئے نکلا ہے، جو شخصیات کے اثر و نفوذ سے بلند رہے، اخبار سلیقہ سے مرتب کیا جاتا ہے، اور متین لب و لہجہ مین سیاسیات پر اظہار رائے کرتا ہے،

بصیر، لکھنؤ (روزنامہ) اڈیٹر جناب محمد علی ہاشمی، حجم ۴ صفحے، قیمت ہر پرچہ - پتہ:- دفتر بصیر، زنبور خانہ، لکھنؤ،

اس اخبار کا مقصد کم سے کم داموں مین نادار طبقہ مین اخبار پہنچانا ہے، اور مزدورون اور ناداروں کی ترجمانی کیلئے نکلا ہے،

مطبوعات جدیدہ

نقد الادب، از جناب حامد اللہ صاحب افسر، ۳۰۰ صفحات تقطیع چھوٹی قیمت ع۸ ناشر نولکشور بکڈپو لکھنؤ،

یہ کتاب ادب کے نقد و انتقاد کا معیار بتانے کے لئے لکھی گئی ہے، اس موضوع پر ایک اور کتاب روح تنقید اس سے پہلے حیدرآباد سے شائع ہوچکی ہے، اس مین مغربی زبان کے معیار انتقاد اور کہین عربی ادب کے نقد کے مباحث سے نقد و انتقاد کے اصول و مبادی سمجھا کر یورپ کے مختلف دورون کے ادب کو نمونہ کے طور پر پیش کیا گیا تھا، اور کہین اردو ادب کی مثالین بھی دیگئی تھین، مصنف نقد الادب نے انہی مباحث کو دوسرے رنگ مین پیش کیا ہے، پہلے ادب اور فنون لطیفہ کی حقیقت بیان کی ہے، پھر ادب کی تنقید پر یونان قدیم، ہند قدیم اور یورپ کے ازمنۂ وسطیٰ مین جو کچھ لٹریچر ہے اس کا تعارف کرایا ہے، پھر تنقید کا مقصد اور طریقۂ نقد بیان کیا ہے، آخری باب اردو کے چند اصناف سخن اور اُنکے نقد کی تفصیل مین ہے گویا پہلے ابواب مین نقد کا جو معیار، اصول اور طریقہ بتایا ہے، اسی پر اردو ادب کو جانچا ہے، لیکن افسوس ہے کہ اردو ادب کے نقد مین بعض جگہ مصنف کا قلم انہی اصول کا پابند نہ رہ سکا جنھین وہ پچھلے صفحون مین بیان کرایا ہے، مثلاً ص ۲۰۰ مین صوبہ متحدہ کے بعض نامور شعراء پر جو درحقیقت جدید اردو شاعری کے اساطین مین ہین، در پردہ بیجا الزامات لگائے گئے ہین، اور ان کے بالمقابل جن شعراء کو "اعلیٰ پایہ کا غزلگو" بتایا گیا ہے ان مین چند کے سوا اکثر غیر معروف اور بعض نوآموز اور مبتدی ہین، نقد و انتقاد کا پہلا اصول یہ ہے کہ دیانت سے انحراف نہ کیا جائے

اسلامی لغت، جلد سوم مرتبہ جناب سید حامد حسین صاحب رضوی، ایم اے، محلہ نالہ جھالراپٹن (راجپوتانہ)، ۴۴۴ صفحات قیمت :- عکر

"اسلامی لغت" کی دو جلدون کا تعارف ناظرین معارف سے کرایا جاچکا ہے، اب اسکی تیسری جلد شائع ہوئی

ہے، اس مین حروف "و" "ے" "ی" تک کے الفاظ ہین، اس کی تدوین "ڈکشنری آف اسلام" وغیرہ کے طرز پر ہے، مصنف موصوف ان سلسلون کو اپنے امکان بھر بڑی محنت وجانفشانی سے مرتب کر رہے ہین، اور ہماری حوصلہ افزائی کے مستحق ہین، اس جلد مین بھی ہر لفظ کے متعلق اختصار کے ساتھ کافی مواد فراہم کیا ہے، لیکن بعض باتین توجہ کے لائق ہین، مثلاً جو عبارتین لفظاً لفظاً دوسری جگہ سے منقول ہون، انھین واوین (ان ورٹیڈ کوما) مین درج کرنا چاہیے تھا مثلاً لفظ "زراعت" کے تحت مین چار صفحون مین جو کچھ لکھا گیا، وہ معارف (ج ۲۶ نمبر ۶) کے ایک مضمون "عرب اور فن زراعت" سے لفظاً منقول ہے، لیکن ان عبارتون پر حوالے وہ درج کئے ہین، جو اصل مضمون مین آئے ہین اور آخر مین معارف کا حوالہ درج کر دیا ہے، اگر ان عبارتون کو محض واوین مین ڈالدیا جاتا، تو احتیاط کا اقتضا پورا ہوجاتا اگر کسی چیز کے متعلق اہل سنت اور شیعون مین عقائد یا خیالات کا کوئی بنیادی فرق ہے تو دونون گروہون کی ترجمانی کردی ہے، یہ ایک مفید علمی خدمت انجام پارہی ہے، خدا اسے تکمیل تک پہنچائے،

شعرستان، از جناب ابو الاشعار ظہور الٰہی صاحب انگر، وزیر پورہ، سیالکوٹ، ۵۲ صفحے، قیمت ۶ر

یہ شاعر کے عہد طالب علمی کا مجموعۂ کلام ہے، جو احباب کے مقدمہ و تقریظ کے ساتھ شائع ہوا ہے،

تریاق مشرق، از جناب سید حبیب احمد صاحب آفق، کاظمی امروہوی، درگاہ حنیفیہ، محلہ کٹکوئی، امروہہ، ۲۳۲ صفحات قیمت قسم اول عہ، دوم ۱۰ر،

یہ جناب آفق کاظمی کے کلام کا مجموعہ ہے، موصوف کی شاعری کا موضوع ملک کی اصلاح اور اخلاق کی درستی کی دعوت ہے، وہ مسلمانون کو مغرب کی تقلید سے روکتے ہین، اسلام کی پیروی کی دعوت دیتے ہین، اسلامی محاسن اخلاق پیش کرتے ہین، سیاسیات مین اسلامی قومیات کی تحریکون کے ہمدرد رہے ہین، انہی عنوانون پر ان کی نظمین ہین، شاعری مین کہین کہین مصنف نے اصول و قواعد شعری کی پابندی کی خود ضرورت نہین سمجھی،

سلک مروارید، از جناب حکیم محمد حسین خانصاحب سابق طبیب سرکار بڑودہ، بابو پورہ، سیتا پور، ۲۸ صفحات،

یہ چند مذہبی و اخلاقی رباعیون اور نظمون کا مجموعہ ہے، اکثر رباعیون مین کوئی نہ کوئی اصلاحی یا اخلاقی سبق آموز

نتیجہ پیش کیا گیا ہے،

کیا مسیح جبراً مصلوب ہوئے، از جناب عبداللہ عبدالفادی و آرتھر ایس صاحبان، پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی، ۱۶۰ صفحے،

اس رسالہ مین انجیل کے حوالے سے ثابت کرنا چاہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام گنہگار بندون کا کفارہ بننے کیلئے خوشی اور رضامندی سے سولی پر چڑھے،

رسائل تبلیغی، ناشر انجمن اشاعت اسلام، مدن پورہ، بنارس، حجم ہر ایک ۳۲ صفحے،

بنارس کی انجمن اشاعت اسلام نے تبلیغی رسالے شائع کرنے کا اہتمام کیا ہے، اب تک چھ رسالے نکل چکے ہین، ان مین سے اکثر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ادعاؤن کے جواب مین ہین، یہ رسالے غالباً انجمن سے مفت مل سکتے ہین،

اعلان حق، از مولوی احمد دین، ریلوے ملازم، مغلپورہ، لاہور، ۳۲ صفحے،

اس رسالہ مین مسلمانون کی فرقہ بندی اور فرقہ وارانہ جھگڑون کے خلاف اخلاص اور سچائی سے آواز اٹھائی گئی ہے،

اذان یا بانگ کا بھید، از مولوی محفوظ الرحمن صاحب ناظم انجمن تبلیغ الاسلام، نگرام، ضلع لکھنؤ، ۱۴ صفحے،

یہ رسالہ اردو اور ہندی دونون مین ہے، اس مین ہندوون کو مخاطب کرکے اذان کی حقیقت سمجھائی گئی ہے، تاکہ اذان پر ہندو مسلمانون کے درمیان فساد نہ ہو، اور غلط فہمیان دور ہوجائین،

خدا کی نیک بندیان، **معراج النبی**، } از مولنا احمد علی ناظم انجمن خدام الدین، شیرانوالہ دروازہ لاہور، حجم ۲۳ و ۱۶ صفحات، محصول کے لئے ایک ٹکٹ،

انجمن خدام الدین افادۂ عام کے لیے مفید رسالے چھاپتی ہے، یہ دونون رسالے بھی اسی غرض سے چھاپے ہین، ان مین سے پہلے رسالہ مین مسلمان عورتون کے لئے اسلام کی تعلیمات لکھی ہین، جنپر وہ عامل ہوکر خدا کی نیک بندیان بن سکتی ہین، دوسرے رسالہ مین معراج نبوی کے حالات بیان کئے گئے ہین،

روزنامچہ مقدس، از جناب ایس، ابن علی، اڈیٹر اخبار نیر اعظم، مراد آباد، ۲۲۴ صفحے، قیمت عہ

جناب ایس، ابن علی، اردو کے غالبا سب سے پرانے اخبار کے بوڑھے اڈیٹر ہیں، موصوف اسلامی مقامات مقدسہ کی زیارت کے لئے گئے تھے، واپس آکر اپنے تجربات اور حالات سفر روزنامچہ مقدس کے نام سے چھاپے ہیں، سفر کے حالات تاریخ وار درج ہیں،

بچون کی تفسیر، ناشر دفتر قرآنی تحریک، حیدرآباد، دکن، حجم ۱۳۵ صفحے، قیمت مع محصول مجلد عہ

یہ پارہ عم کی تفسیر اس غرض سے لکھی گئی ہے کہ بچون کو بے معنی قرآن مجید نہ پڑھایا جائے، شروع مین ایک با مترجم آیتون کا ایک ایک سبق ہے، پھر آیتون کی تعداد بڑھائی گئی ہے، ہر سورہ کے ختم پر پورے سورہ کی تفسیر بیان کی گئی ہے، لیکن بچے جس عمر مین قرآن مجید پڑھنا شروع کرتے ہین، اس عمر کے بچون کے لئے اولاً آیتون کے معانی کا سمجھنا دشوار ہے، پھر تفسیر مین جو کچھ لکھا گیا ہے، وہ اور زیادہ ان کی سمجھ سے بالاتر ہے، یہ کتاب ۱۶ برس سے کم عمر کے بچون کے پڑھنے کے لائق نہین، اور ان کے لئے بھی اس سے زیادہ عام فہم سادہ جملون اور ہلکے لفظون مین آسان مضامین لکھنے کی ضرورت تھی،

دروس فارسی، حصہ چہارم، از جناب ابوالمحاسن متین، ناشر مکتبۂ ابراہیمیہ، اسٹیشن روڈ، حیدرآباد، دکن، ۱۰۰ صفحات، تقطیع چھوٹی، قیمت :- عہ

حیدرآباد کے مدرسون کی اونچی جماعتون کے لئے یہ کتاب لکھی گئی ہے، اس مین فارسی کے قدیم وجدید نثر و نظم کے منتخبات درج ہین،

راہ سعادت، حصہ اول، از جناب ابوالمحاسن صاحب متین، ۷۲ صفحے، تقطیع چھوٹی، قیمت ۴ر

پتہ:- جناب حاجی غلام دستگیر، تاجر کتب چار کمان و شاخ عابد روڈ، حیدرآباد، دکن،

یہ رسالہ چھوٹے بچون کے نصاب تعلیم کے لئے لکھا گیا ہے، اس مین مختلف اخلاقی عنوانون پر چھوٹے چھوٹے مضامین ہین،

"ر"

جلد ۳۵	ماہ شوال ۱۳۵۳ھ مطابق ماہ فروری ۱۹۳۵ء	عدد ۲

مضامین